حق چار یار	بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	خلافت راشدہ
جولائی ۲۰۲۴ء	وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝	شمارہ نمبر ۲۶

مجلہ پشاور

راہِ ہدایت

• توحید کے اقسام	• غیر مقلدین کا قیاسی دین
• کیا صفات متشابہات میں تاویل صفات کا ابطال و تعطیل ہے؟	• مولوی محمد طیب طاہری صاحب کی کتاب مسلک الاکابر پر ایک نظر
• مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث	• خدمات البانی، غیر مقلدین کی زبانی

مدیر اعلی

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

جناب طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

ناشر

نوجوانان احناف طلباءِ دیوبند پشاور

03428970409

عقیدہ ختم نبوت زندہ باد　　یا اللہ مدد　　عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ
سلطان المحققین حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

راہِ ہدایت

بیاد

امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ
قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ
ترجمان علماء دیوبند حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ
مناظر اسلام حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ
مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسماعیل محمدی رحمۃ اللہ علیہ

زیرسرپرستی

متکلم اسلام حضرت مولانا سجاد الحجابی دامت برکاتہم
مناظر اسلام حضرت مولانا محمود عالم صفدر اوکاڑوی مدظلہ
حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی الحنفی صاحب حفظہ اللہ
محقق اہل سنت حضرت مولانا مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ
مناظر اسلام مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی محمد وقاص رفیع حفظہ اللہ
حضرت مولانا مفتی محمد طلحہ صاحب حفظہ اللہ
حضرت مولانا محمد محسن طارق الماتریدی حفظہ اللہ
حضرت مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب حفظہ اللہ
حضرت مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

مدیراعلی

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی حفظہ اللہ

نائب مدیر

طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

فہرست مضامین مجلّہ راہِ ہدایت شمارہ نمبر 26

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

توحید کے مختلف اقسام

توحید کا لفظ اپنے اندر ایک جامع مفہوم رکھتا ہے اس لیے اکابرین اور اسلاف نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق مختلف پیرائے میں اس کی چند اقسام وانواع بیان فرمائی ہیں۔ چند حوالجات ملاحظہ کریں:

- علامہ بن بطہ عکبری رحمہ اللہ تعالی (المتوفی 387ھ) لکھتے ہیں کہ

" ان اصل الایمان بالله الذی یجب علی الخلق اعتقاده فی اثبات الایمان به ثلاثة اشیاء، احدها ان یعتقدالعبد انیته لیکون بذالک مباینا لمذهب اهل التعطیل اللذین لایثبتون صانعا..والثانی ان یعتقد وحدانیته لیکون مباینا بذالک مذاهب اهل الشرک اللذین اقروا بصانع واشرکوا معه فی العبادة غیره..والثالث ان یعتقده موصوفا بالصفات التی لایجوذ الا ان یکون موصوفا بها من العلم والقدرة والحکمة وسایر ماوصفه به نفسه فی کتابه..."

(الابانة لابن بطة الکتاب الثالث2/172)

ترجمہ: اللہ تعالی پر ایمان لانے کے لیے بنیادی طور پر تین چیزیں ایسی ہیں جن پر بندوں کا پختہ یقین ضروری ہے۔ پہلی چیز انیت یعنی بندہ یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہے، اس عقیدہ سے اہل تعطیل کے عقیدہ سے امتیاز ہو جائے گا جو صانع عالم کے وجود کے قائل نہیں ہیں۔ دوسری چیز وحدانیت یعنی یہ اعتقاد رکھے کہ باری تعالی ایک ہے، اس سے مشرکین کے عقیدہ سے امتیاز ہو جائے گا جو صانع عالم کے وجود کے تو قائل ہیں لیکن اس کی عبادت کے ساتھ اوروں کی بھی عبادت کرتے ہیں۔ تیسری چیز صفات خاصہ سے اتصاف بندہ یہ عقیدہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں جیسے علم قدرت حکمت اور دیگر صفات جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی ذات کے لیے بیان فرمائی ہیں۔

- علامہ عبد الکریم شہرستانی رح (المتوفی 548ھ) لکھتے ہیں کہ

" ان الله تعالیٰ واحد فی ذاته لاقسیم له وواحد فی صفاته الازلیة لانظیرله وواحد فی افعاله لاشریک له"

(الملل والنحل 1/55)

اللہ تعالی اپنی ذات میں یکتا ہے اس کا کوئی جز نہیں۔(توحید فی الذات)، اور اپنی صفات ازلیہ میں یکتا ہے اس کی کوئی مثال نہیں (توحید فی الصفات) اور اپنے افعال میں یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں (توحید فی الافعال)۔

❑ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی توحید کے تین درجہ ذیل اقسام کے قائل ہیں۔

توحید فی الربوبیت، توحید فی الوہیت اور توحید فی الصفات۔

❑ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفی 1176ھ) فرماتے ہیں کہ

" واعلم ان للتوحید اربع مراتب احدها حصروجوب الوجود فيه تعالى فلايكون غيره واجبا والثانية حصرخلق العرش والسموات والارض وسايرالجواہر فيه تعالى، وهاتان المرتباتان لم تبحث الكتب الالهية عنهما ولم يخالف فيهما مشركوا العرب ولااليهود والاالنصارى بل القرآن العظيم ناص على انهما من المقدمات المسلمة عندهم، والثالثة حصرتدبير السموات والارض ومابينهما فيه تعالى، والرابعة انه لايستحق غيره العبادة"

(حجة الله البالغة 2/59 باب التوحيد)

ترجمہ: یہ بات جان لیں کہ توحید کے چار مراتب ہیں۔ اول واجب الوجود صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ذات واجب الوجود نہیں ہے۔ دوم عرش آسمان زمین اور سارے جواہر (قایم بالذات اشیاء) کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ توحید کے یہ دو مرتبے کتب الہیہ میں بیان نہیں ہوئے کیونکہ ان دونوں مرتبوں میں مشرکین عرب نے مخالفت کی ہے نہ یہود نے اور نہ نصاریٰ نے بلکہ ورآن مجید نے تو اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ دو مرتبے ان لوگوں کے ہاں مسلم تھے۔ سوم آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا نظام چلانے والا صرف اللہ کی ذات ہے۔ چہارم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں!

❑ شیخ غنیمی میدانی رحمہ اللہ (المتوفی 1298ھ) فرماتے ہیں کہ

" والوحدانية صفة سلبية تقال على ثلاثة انواع الاول الوحدة فى الذات والمراد بها انتفاء الكثرة عن ذاته تعالى بمعنى عدم قبولها الانقسام والثانى الوحدة فى الصفات والمراد بها انتفاء النظير له تعالى فى كل صفة من صفاته فيمتنع ان يكون له تعالى علوم

وقدرات متكثرة بحسب المعلومات والمقدورات بل علمه تعالى واحد ومعلوماته كثيرة وقدرته واحدة ومقدوراته كثيرة على هذا جميع صفاته والثالث الوحدة فى الافعال والمراد بها انفراده تعالى باختراع جميع الكاينات عموما وامتناع اسنادالتاثير لغيره تعالى فى شيى من الممكنات اصلا۔"

(شرح العقيدة الطحاويه للميدانى رحمه الله 47)

ترجمہ: وحدت صفت سلبی ہے اور اس کا اطلاق تین قسموں پر ہوتا ہے پہلی وحدت فی الذات یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں یکتا ہے، اس کی ذات تقسیم نہیں ہو سکتی (یعنی ایسا نہیں کہ دو یا زاید چیزیں مل کر ذات باری تعالی بنے)۔ دوسری وحدت فی الصفات یعنی اللہ تعالی کی تمام صفات کی مثال نہیں ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی صفت علم اور صفت قدرت کئی ہوں ایسا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم اس کی ایک صفت ہے اور معلومات کئی ہیں، قدرت ایک صفت ہے اور مقدورات کئی ہیں۔ اسی طرح باقی صفات کا حال ہے۔ تیسری وحدت فی الافعال یعنی اللہ تعالی نے تمام کائنات تن تنہا پیدا فرمائی ہے اور کسی بھی ممکن شے میں حقیقی تاثیر کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا جائز نہیں ہے۔

فائدہ:

یہ تین اقسام تقریباً وہی ہیں جو ہم نے علامہ شہرستانی کے حوالے سے بیان کی فرق صرف یہ ہے کہ شہرستانی نے اثبات کے طرز پر بیان کی ہیں اور شیخ میدانی نے سلب کے طریقے پر۔

- رئیس المناظرین حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1421ھ) فرماتے ہیں کہ

"صوفیاء کے ہاں توحید کی تین اقسام ہیں۔

نمبر ایک توحید ایمانی: لامعبود الااللّٰہ (اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں) اس کو مانے بغیر کوئی مومن ہو ہی نہیں سکتا۔ توحید اخلاصی: لامقصود الااللّٰہ ۔(اللہ کے سواء کوئی چیز مقصود نہیں) کیونکہ ریا کو حدیث میں شرک قرار دیا گیا ہے۔ توحید اخلاصی کو "توحید خواص" بھی کہتے ہیں۔ اور توحید شہودی: لاموجود الااللّٰہ (اللہ کے سواء کوئی چیز موجود نہیں) جب کسی

ولی کامل کو تجلیات باری کا مشاہدہ ہوتا ہے تو ان کوئی چیز نظر نہیں آتی، اس لیے وہ لاموجود الا اللّٰہ پکارتے ہیں۔ توحید ایمانی جس شخص کو حاصل نہ ہو تو وہ کافر ہو گا توحید اخلاصی جسے حاصل نہ ہو تو وہ مومن غیر مخلص یعنی فاسق ہو گا۔ توحید شہودی جسے حاصل نہ ہو وہ مومن صالح لیکن مقام مشاہدہ سے محروم ہو گا۔

(تریاق اکبر بزبان صفدر 420)

نوٹ 1:

توحید کی تقسیم اور انکی ذیلی اقسام میں اختلاف کوئی حقیقی اختلاف نہیں بلکہ محض تعبیرات کا اختلاف ہے۔ اور تعبیرات کے اختلاف کو نفس توحید کا اختلاف قرار نہیں دیا جاسکتا۔

نوٹ 2:

اقسام توحید کی تعبیرات منصوص نہیں بلکہ غیر منصوص ہیں۔ اہل علم نے اپنے اپنے دور میں عوام الناس کو عقیدہ توحید سمجھانے کے لیے اختیار کی ہیں اور عوام کی ذہنی سطح کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے مختلف اقسام میں منقسم کیا ہے۔

افادات: حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ

تفرد کیا ہے اور اس کا اہل کون ہے؟

"ہر عالم کی انفرادی رائے کو "تفرد" نہیں کہا جاسکتا، بلکہ ایسا عالم جو اپنے دور میں علمی لحاظ سے اس مقام پر ہو کہ اصول مسلمہ کی روشنی میں جدید مسائل میں اجتہاد اور فتویٰ کی اہلیت رکھتا ہو، اس کی انفرادی رائے کو "تفرد" کہا جاتا ہے، علامہ ابن تیمیہؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور علامہ انور شاہ کشمیریؒ جیسے حضرات اس کے اہل تھے، ہر مولوی کی انفرادی رائے کو "تفرد" کا نام نہیں دیا جاسکتا، ورنہ تو کسی مولوی کی مخالفت کی کوئی وجہ ہی نہیں رہتی۔"

(الشریعہ، خصوصی اشاعت بیاد امام اہل سنتؒ ص 153)

علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ

کیا صفات متشابہات میں تاویل کرنا صفات کا ابطال و تعطیل ہے؟

قرآن مجید و احادیث رسول ﷺ کے اندر اللہ کے متعلق وارد صفات متشابہات کے متعلق سے اہل سنت کے دو منہج ہیں ایک قدیم دوسرا متاخر۔ قدیم متکلمین کا موقف و مسلک تفویض ہے یعنی ہم اس کا کسی قسم کا کوئی معنی توجیہ تاویل کئے بغیر پڑھ کر گزر جائیں گے۔ قراتها تفسيرها و تفسيرها قراتها۔ جبکہ متاخرین کا موقف یہ ہے کہ لغت کے دائرے کے اندر رہ کر تجسیم و تشبیہ اور تعطیل سے بچتے ہوئے ان صفات کی مناسب تاویل بہتر و اولی ہے۔ جیسے اللہ کیلئے کہیں "وجہ" کا ذکر ہے تو مراد "وجہ" سے "ذات باری تعالی" ہے۔ کہیں "ساق" کا ذکر ہے تو مراد اس سے "شدت" اور "رب کی پکڑ"۔ کہیں "ید" کا ذکر ہے تو مراد اس سے رب کی "قدرت" وغیرہ۔

زمانہ قدیم میں حنابلہ اور دور جدید میں سلفیہ معاصرۃ جنہیں ہمارے دیار میں "غیر مقلدین" یا "اہلحدیث" کہا جاتا ہے وہ اس تاویل کو معاذ اللہ "تعطیل" اور صفات کے "ابطال" سے تعبیر کرتے ہیں۔ بقول ان حضرات کے جب اللہ نے مثلاً "وجہ، ید، ساق" کا ذکر کیا ہے تو اس سے مراد "ید، وجہ، ساق" ہی ہے۔ اگر قدرت، ذات، و شدت مراد ہوتی تو اللہ اُن الفاظ کی جگہ جگہ سیدھا سیدھا اِن الفاظ کو ذکر کرتا ہے پس جو ذکر کیا اس کو تم نے ترجمہ میں ذکر نہیں کیا اور جو ترجمہ و تاویل کی وہ اللہ نے ظاہر الفاظ میں ذکر نہیں کی لہذا تم نے اللہ کی ان صفات کا انکار و ابطال کیا اور یوں تم معاذ اللہ معطلہ، جہمیہ اور صفات رب تعالیٰ کے منکر ہوئے۔

در حقیقت متاخرین اشاعرہ و ماترید یہ پر بصورت تاویل ابطال و تعطیل کا الزام "اسلوب کلام عربی" سے ناآشنائی کی دلیل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صفات متشابہات کی جو تاویل اشاعرہ و ماتریدیہ نے کی ہے وہ کلام عرب میں شائع و ذائع ہے یہ الفاظ ان معانی میں استعمال ہوتے ہیں تو ابطال کیسے ہوا؟ مثلاً 'ساق" کے لفظ کو لے لیں "ساق" کا لفظ کلام عرب میں بکثرت بمعنی "شدت" استعمال ہوا پس جب ساق پنڈلی و شدت دونوں کا معنی دے رہا ہے تو کسی ایک معنی کو سیاق و سباق اور قرائن کی روشنی میں مراد لینا ابطال و انکار کیسے ہوا؟

(ا) قرآن مجید میں ہے یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ۔ متاخرین نے یہاں "ساق" کا معنی "پنڈلی" نہیں کیا کہ

کہیں عامی کا ذہن حقیقی پنڈلی جیسا کہ انسان و حیوان کی ہوتی ہے اس طرف نہ چلا جائے اور تجسیم و تشبیہ کے گڑھے میں نہ پڑ جائے لہذا اس کی مناسب تاویل و توجیہ "شدت" سے کی اور ترجمہ کیا "جس دن معاملہ بڑا سخت یا شدت والا ہو جائے گا" اور ساق کو معنی سختی و شدت لینا کلام عرب میں شائع ہے چنانچہ دیوان حماسہ میں ہے:

كَشَفَتْ لَهُمْ عَنْ سَاقِهَا وَ بَدَا مِنَ الشَّرِّ الصُّرَاحُ (دیوان حماسه)

جنگ نے ان کیلئے اپنی شدت ظاہر کر دی اور خالص شر ظاہر ہو گیا۔

کیا کوئی عقل مندی یہاں "ساق بمعنی حقیقی پنڈلی" مراد لے گا؟ کیا جنگ کی بھی کوئی پنڈلی ہوتی ہے؟ یہاں ساق کو بمعنی شدت و سختی مراد لینا ہی فصاحت اور درست معنی قرار دیا جائے گا اور اگر آپ لفظی ترجمہ کی رعایت کرتے ہوئے ترجمہ میں لفظ "پنڈلی" کو بھی استعمال کر لیں تب بھی عوام و طلبا کے سامنے اس کی وضاحت آپ نے سختی و شدت سے ہی کرنی ہے۔ کوئی بھی بایں صورت اسے معنی کا ابطال نہیں کہے گا تو جب یہی کام اشاعرہ وماتریدیہ نے کیا تو ان پر ابطال صفت و معنی کا الزام کیوں؟

یاد رہے کہ لغت عربی کو سمجھنے کیلئے کلام عربی کے اشعار سے استدلال ایک بدیہی امر ہے علما لغت و مفسرین نے اپنی کتب میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔ طلباء حضرات امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب "الاقتراح" کو اس حوالے سے دیکھ سکتے ہیں۔

(۲) اسی طرح آپ "ضحک" کی مثال لے لیں اگر کہیں نصوص میں رب تعالی کیلئے "ضَحِكَ اللهُ منه" آیا ہے تو اس سے مراد معاذ اللہ خدا کا ہنسنا، کھکھلانا یا دانت ظاہر کرنا نہیں۔ بلکہ اس سے مراد ظهور الشيئ والامر یا جیسا کہ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے "تاسیس التقدیس" میں کہا کہ لازم معنی یعنی جب کوئی ہنستا ہے تو مراد خوشی اور نتیجہ انعام و شفقت ہوتی ہے اسی طرح اللہ کے ضحک سے مراد اس کی "رحمت" ہے اور ان معنوں میں یہ کلام عرب میں مستعمل ہے چنانچہ حماسہ کا شعر ہے:

اَذَا هَزَّهُ فِي عَظْمِ قَرْنٍ تَهَلَّلَتْ نَوَاجِذُ اَفْوَاهُ المَنَايَا الضَّوَاحِكُ (دیوان حماسه)

جب وہ کسی سردار کی ہڈی میں تلوار ہلاتا ہے تو ہنسنے والی موتوں کے دانت چمکنے لگتے ہیں۔

اب خدا لگتے کہئے کیا "موت" کے بھی "دانت" ہوتے ہیں یا موت بھی کبھی "ہنستی" ہے؟ یہاں آپ یہی مراد لیں گے تلوار لگنے کے بعد سردار کی موت ظاہر ہو گئی یا سردار کا قتل کرنے کے بعد قاتل اس امر سے خوش ہوا جسے نواجذ و ضواحک سے تعبیر کیا گیا۔ کوئی بھی اس معنی کو ابطال سے تعبیر نہیں کرے گا اگر آپ اس کا حقیقی

معنی بھی کر لیں تب بھی طلبا کو شعر سمجھانے کیلئے یہاں نواجذ و ضواحک کا یہی معنی کریں گے تعجب کی بات ہے کہ موت جیسے ”عارض وحادث“ کیلئے تو نواجذ و ضواحک اپنے حقیقی معنوں میں لینا خلاف عقل ہے لیکن جو ذات ”لیس کمثله شیئ“ ہے جو ذات ”الله الصمد“ ہے اس کیلئے تشبیہ و تجسیم کے خطرے کے پیش نظر حقیقی معنی مراد نہ لینا اللہ کی صفت کا ابطال ہو جائے؟ وااسفا۔

(۳) جنب الله یا جانب الله: اسی طرح قرآن مجید یا احادیث میں کہیں اللہ کیلئے ”جنب“ یا ”جانب“ کا لفظ آیا ہے تو اس سے کوئی مخصوص مکان یا پہلو مراد نہیں بلکہ مراد حالت ہے۔ مثلاً قرآن میں ہے :یٰحَسْرَتٰی مَا فَرَّطْتُّ فِی جَنْبِ اللّٰهِ (سورۃ الزمر، ۵۶) ہائے افسوس ان تقصیروں پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کی۔ اب یہ مراد نہیں کہ اللہ کسی جانب یا مکان میں ہے چنانچہ شعر ہے:

لنا جانب منه دمیت و جانب اذا رامه الاعدا ممتنع صعب (دیوان حماسه)

اس کی نرم جانب ہماری ہے اور دوسری جانب سخت وشدید ہے۔

کوئی بھی عقل مند یہاں ”جانب“ سے مراد پہلو یا عضو نہیں لے گا بلکہ شاعر کا مقصد یہاں جانب سے مراد ”دو حالتوں“ کا بیان ہے۔ کہ ایک حالت اس کی ہمارے ساتھ نرمی، شفقت و محبت کی ہے اور دوسری حالت اس کی دشمنوں یا ہمارے دشمنوں کے ساتھ جس میں ان کیلئے سخت و ترش رو ہے۔ اسی طرح جانب کی اضافت رب کی طرف بندوں کے حال احوال یا اللہ کی صفت تکوین کے کسی مظہر کی حالت کو بیان کرنے کے جانب مشعر ہو گا۔

(۴) استوا علی العرش: اس مسئلہ پر اب تک بہت کچھ لکھا گیا ہے اس لئے میں یہاں اس کا تذکرہ نہیں کروں گا۔ لیکن اگر اہل حق نے استوا یا عرش کا حقیقی معنی نہیں کیا بلکہ مراد اس سے استولی لیا اور یا عرش سے مراد طاقت، قوت، عزت لے لیں تو ہر گز یہ صفت کا ابطال نہیں مثلاً شعر ہے:

رَاَوْ عَرْشِیْ تَثَلَّمَ جَانِبَاهُ فَلَمَّا اَنْ تَثَلَّمَ اَفْرَدُوْنِی (دیوان حماسه)

انہوں نے دیکھا میرے عرش کو کہ اس کی دونوں جانب کند ہو گئی ہیں جب اس میں رخنے پڑ گئے ہیں تو انہوں نے مجھے تنہا چھوڑ دیا۔

کیا کوئی عقل مند یہاں ”عرش“ سے مراد ”کوئی خاص تخت، جسد مخصوص“ مراد لے گا؟ کیا اس کی دونوں جانب بھی کند ہوتے ہیں؟ اور اسے تنہا چھوڑنے پر بھلا شاعر کا کیا نقصان ہو رہا ہے؟ کیونکہ اس کا بدل لایا

جاسکتا ہے بلکہ ہر عقل صاحب لسان یہاں عرش سے مراد شاعر کا جاہ وجلال اس کی عزت مراد لے گا تو اگر قرآن وسنت میں موجود عرش کو اسی قسم کے معنی سے تعبیر کیا جائے تو کونسے قاعدے وضابطے کی خلاف ورزی ہوئی ہے؟

(۵) وجہ: اس کا معنی اگر ذات یا ارادہ کرلیا جائے تو یہ ہر گز ابطال معنی وصفت نہیں بلکہ اس معنی میں یہ کلام عرب میں شائع ہے چنانچہ امام سیبویہ شعر نقل کرتے ہیں:

اَسْتَغْفِرُ اللهَ ذَنْباً لَسْتُ مُحْصِيَهُ رَبَّ العِبَادِ اِلَيْهِ الوجهُ والعملُ

میں اپنے بے شمار گناہوں پر رب سے معافی کا طلب گار ہوں جو کہ مخلوق کا رب ہے اسی کی طرف میرا قصد وعمل ہے۔

یہاں کوئی بھی وجہ سے مراد چہرہ نہیں لے گا بلکہ مراد قصد وارادہ ہے۔

فرزدق کا شعر ہے

وَ اَسْلَمْتُ وَجْهِىْ حِيْنَ شُدَّتْ رِكَائِبِىْ اِلَى آلِ مَرْوَان بُنَاةِ المَكَارِمِ

جب میری سواریاں باندھ دی گئیں تو میں نے متوجہ کیا اپنے ارادے وقصد کو آل مروان کی طرف جو کہ عزتوں وشرافتوں کی بنیاد رکھنے والے ہیں۔

پس اگر کُلُّ شَيْئٍ هَالِكٌ'' اِلَّا وَجْهَهُ'' میں وجہ سے مراد اللہ کا چہرہ لینے کے بجائے اگر یہ معنی کرلیا جائے کہ ہر ایک کا عمل ہلاک برباد اور بے اجر رہے گا سوائے اس عمل کے جسے خالص اللہ کی رضا کے قصد وارادہ سے کیا ہو تو آخر کونسا آسمان گر جائے گا؟

(۶) اشاعرہ وماتریدیہ کلام نفسی کے قائل ہیں اور اسے اللہ کی صفت مانتے ہیں جو حروف، نقوش، ترتیب، اعراب وحرکات، صوت سے پاک ہے۔ موجودہ غیر مقلدین اس کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ کلام نفسی کوئی کلام نہیں ہوتا جو بھی کلام ہو گا کلام لفظی ہی ہو گا۔ شرح عقائد میں اس پر تفصیل موجود ہے مگر میں یہاں ایک اور شعر نقل کر رہا ہوں جو علم کلام کی عام کتب میں نہیں شاعر کہتا ہے:

اَقُوْلُ لِنَفْسِىْ حِيْنَ خَوَّدَ رَأْلُهَا مَكَانَكِ لَمَّا تَشْفِقِىْ حِيْنَ مُشْفَقِ (دیوان حماسہ)

میں اپنے جی میں کہتا ہوں اس حال میں کہ وہ بہادروں سے بسبب خوف کے حواس باختہ ہے کہ تیرا ناس ہو موت سے مت ڈر۔

یہاں جو شاعر کلام کر رہا ہے یہ کلام نفسی اور جی ہی جی میں کر رہا ہے کوئی بھی اس سے کلام لفظی مراد نہیں لے گا کیونکہ کلام لفظی کی صورت میں تو اس کا دشمن اس کی اس حالت سے باخبر ہو جائے گا کہ اس پر میرا خوف طاری ہو اور یوں شاعر کا یہ کلام اس کی رسوائی و ذلت کا سبب بنے گا۔ پس معلوم ہوا کہ نفس و جی میں جو کلام ہے اس پر بھی کلام کا اطلاق ہوتا ہے۔ جو کہ کلام نفسی ہے ہاں بندوں کا کلام نفسی و رب کے کلام نفسی میں ایسا ہی فرق ہے جیسے خود بندے و رب میں فرق ہے۔

(۷) ید: اسی طرح آپ ید کے لفظ کو لے لیں یہ لفظ عضو جارحہ جو ہر انسان کے پاس ہے کہ علاوہ بھی دیگر کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً، قدرت، جود و سخاوت، حفاظت ہمارے اردو میں بھی یہ محاورہ زبان زد عام ہے "فلاں کے ہاتھ بہت لمبے ہیں" یعنی طاقت و اختیار والا ہے یہاں کوئی بھی حقیقی معنی میں نہیں لیتا۔

شاعر کہتا ہے:

وَ بَاسِطَ خَیرٍ فیکم بیمینه و قابضَ شرٍعنکم بشمالِه

وہ تم میں اپنے دائیں ہاتھ سے سخاوت کو پھیلانے والا ہے اور تم سے دشمنوں کے شر کو اپنے بائیں ہاتھ سے روکنے والا ہے۔

یہاں ہر آدمی س سمجھ سکتا ہے کہ "بسط الیمین" سے مراد حقیقی داہنا ہاتھ نہیں بلکہ کرم، جود و سخاوت ہے، اور و قبض الشمال سے مراد دشمن کو روکنا اور قوم کی عزت و آبرو کی حفاظت کرتا ہے۔

حضرت بی بی خنسا رضی اللہ تعالی عنہا کی طرف شعر منسوب ہے

اذا القوم مدوا بایدیهم الی المجد مد الیه یدا

فنال الذی فوق ایدیهم من المجد ثم مضی مصعدا

جب تیری قوم بزرگی کی طرف اپنے ہاتھوں کو بڑھاتی ہے تو وہ بھی اس بزرگی کی طرف ہاتھ کو بڑھاتا ہے پس وہ اس بزرگی کو پالیتا ہے جو ان کے ہاتھوں سے اوپر ہوتی ہے پھر وہ اوپر چڑھتا ہی رہتا ہے۔

کیا یہاں "فوق ایدیهم" سے حقیقی ہاتھ مراد لیا جائے گا؟ یا محض بزرگی، کرم، شرافت مدد و نصرت کو پالینا مراد ہے؟ تو اگر ید الله فوق ایدیهم میں کسی نے یداللّٰه کا ترجمہ اللہ کی مدد نصرت، کر لیا تو یہ ید کے معنیٰ کا ابطال کیسے ہو گیا؟ قرآن مجید میں ہے:

وَ لَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ وَ لَا تَبْسُطْهَا کُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا

(سورہ بنی اسرائیل ۲۹)

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ پورا کھول دو کہ پھر ملامت میں، حسرت میں بیٹھے رہ جاؤ۔

کیا کوئی یہاں "یدک مغلولة" کا یہی حقیقی ترجمہ کرے گا کہ کنجوس و سخی آدمی کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا یا کھلا ہوا ہوتا ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو کیا فصاحت ہے یارب سبحان!! بلکہ آپ بھی یہی کہیں گے کہ یہاں ید سے مراد "حقیقی ہاتھ آلہ جارحہ" نہیں بلکہ اسراف و کنجوسی کے درمیان میانہ روی اختیار کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ ایک اور مقام پر ہے:

وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ-غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْاۘ-بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِۙ-یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُؕ (سورۃ المائدۃ، ۴)

ترجمہ: اور یہودیوں نے کہا: اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ ان کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے کی وجہ سے لعنت ہے بلکہ اللہ کے ہاتھ کشادہ ہیں جیسے چاہتا ہے خرچ فرماتا ہے۔

کیا یہود کا مقصد و عقیدہ یہی تھا کہ معاذ اللہ اللہ کے دو ہاتھ ہیں جو بندھے ہوئے ہیں نہیں تو آگے جو رب تعالی کیلئے یداہ مبسوطتان ہے اس سے مراد بھی معاذ اللہ خدا کے حقیقی ہاتھ نہیں بلکہ ید سے مراد سخاوت جود و کرم ہے جس پر دلیل خود آگے ہی اللہ کا فرمان یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُؕ ہے۔

پس بخاری میں جو نبی ﷺ کا فرمان یَدُ اللَّهِ مَلْأَى لَا يَغِيضُهَا نَفَقَةٌ سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ، (بخاری) تو اس میں ید اللہ سے مراد ہرگز معاذ اللہ معنی حقیقی آلۃ جارحہ مراد نہیں بلکہ اللہ کی جود و سخاوت مراد ہے جو صبح و شام اپنے بندوں پر ہے کوئی روکنے والا اسے روک نہیں سکتا۔

موجودہ سلفی حضرات کہتے ہیں کہ قرآن میں کہیں بھی مجاز نہیں جو ہے حقیقی ہے۔ اس باب میں انہوں نے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور امام ابن قدامہ رحمہ اللہ کی تقلید کی اگرچہ بعض حضرات نے جمہور و شیخ الاسلام کے موقف کے درمیان لفظی اختلاف ثابت کرنے کی کوشش کی مگر یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں اگر اس کو مان لیا جائے کہ قرآن میں چونکہ کوئی مجاز نہیں لہذا صفات متشابہات کو بہر صورت حقیقت پر محمول کرنا ہوگا تو پھر ان آیات کا حقیقی معنی کی صورت میں ترجمہ کرکے دیں۔ بندہ نے قریبا قرآن کی ۶۰ سے زائد آیات کو جمع کیا ہے جس میں مجاز ہے مثلا ایک اور آیت ملاحظہ ہو:

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى۪-فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے۔

یہاں ربحت کا فاعل تجارت کو قرار دیا تو کیا تجارت بھی نفع لاتی ہے؟

نوٹ:

ہم نے اکثر مقامات پر ترکیبی لفظی ترجمہ کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا۔

مماتی فرقہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے

سوال: کیا "دیوبند "مزید دو گرہ میں تقسیم ہے؟ ایک "حیاتی" کہلاتے ہیں اور دوسرے "مماتی؟

جواب نمبر:158046

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Fatwa:437-352/N=4/1439

جی نہیں! دیوبند دو گروہ میں تقسیم نہیں ہے؛ کیوں کہ مماتی فرقہ عقیدۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کی وجہ سے اہل السنّۃ والجماعۃ سے خارج ہے۔ اور دیوبندیت اہل السنّۃ والجماعۃ سے الگ کوئی مستقل مسلک یا مکتب فکر نہیں ہے، یہ اہل السنّۃ والجماعۃ ہی کا حصہ ہے اور اس کے عقائد و نظریات وہی ہیں جو اہل السنّۃ والجماعۃ کے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

دار الافتاء،

دار العلوم دیوبند

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ مدیر اعلیٰ مجلّہ الفتحیہ (قسط:۶)

مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث

باب نمبر: ۴

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ

ائمہ اربعہ سے مراد امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ ہیں۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اِعْلَمْ اَنَّ فِی الْاَخْذِ بِهٰذِهِ الْمَذَاہِبِ الْاَرْبَعَةِ مَصْلِحَةً عَظِیْمَةً وَّفِی الْاِعْرَاضِ عَنْهَا کُلِّهَا مَفْسَدَةً کَبِیْرَةً۔

(عقد الجید صفحہ ۳۱)

ترجمہ: تو جان لے کہ مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں عظیم مصلحت ہے اور ان سب سے اعراض کرنے میں بڑا فساد ہے۔

شاہ صاحب نے مزید فرمایا:

”قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ وَلَمَّا انْدَرَسَتِ الْمَذَاهِبُ الْحَقَّةُ اِلَّا هٰذِهِ الْاَرْبَعَةَ کَانَ اتِّبَاعُهَا اتِّبَاعًا لِلسَّوَادِ الْاَعْظَمِ وَالْخُرُوْجُ عَنْهَا خُرُوْجًا عَنِ السَّوَادِ الْاَعْظَمِ۔“

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سواد اعظم کی اتباع کرو اور جب ان چار مذاہب کے علاوہ دیگر مذاہب حقہ مٹ گئے ہیں تو ان (چاروں) کی اتباع سواد اعظم کی اتباع ہو گی اور ان سے نکلنا سواد اعظم سے نکلنا ہو گا۔

(عقد الجید صفحہ ۳۱)

شیخ احمد دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ہمارا عقیدہ کتاب و سنت کے مطابق یہ ہے کہ ائمہ اربعہ اور ان جیسے دوسرے صالحین

اس خیر الامم امت کے مجتہد اور مجدد ہیں اور اہلِ علم آج تک ان کے علم و فضل تقویٰ اور خشیت اللہ، زہد و اخلاص اور ترک بدعات اور محدث ... پر متفق ہوتے آئے ہیں۔ بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اور نبی کریم [صلی اللہ علیہ وسلم (ناقل)] کی بارگاہ میں اور اس امت پر اکرم اور افضل ہیں اور یقیناوہ خیر البریہ افضل العباد ہیں۔"

(تاریخ اہلِ حدیث صفحہ ۴۹، تالیف احمد دہلوی)

دہلوی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"لاریب احترام ائمہ اربعہ ضروری ہے اور واجب ہے، ان کی شان بلند ہے اور ان کی فضیلت بڑی ہے اور وہ وسیع علم کے مالک تھے اور حق ان کے ساتھ تھا وہ استماک [اسیہ ساک (ناقل)] بالکتاب و سنت [السنۃ (ناقل)] مطہرہ کو لازم جانتے تھے اور کتاب و سنت کے فہم کو ضروری خیال کرتے تھے۔"

(تاریخ اہلِ حدیث صفحہ ۵۲، تالیف احمد دہلوی)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کو "ائمہ مسلمین" تسلیم کیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ائمہ مسلمین مثلاً امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابوحنیفہ... وغیرہم رحمہم اللہ"

(علمی مقالات: ۲۸/۱)

علامہ عبد الرشید عراقی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم تھا اور اس امت کی اقبال مندی کہ دین اسلام کی نشر و اشاعت، کتاب و سنت کی نصرت و حمایت کے لیے ایسے لوگ میدان میں آئے جو اپنی ذہانت، دیانت، عدالت، ثقاہت، اخلاص اور علم میں تاریخ کے ممتاز ترین افراد تھے۔ پھر ان میں چار شخصیتیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۷۹ھ) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۰۴ھ) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۱ھ) جو فقہ کے چار دبستانِ فکر کے امام ہیں اور جن کی فقہ اس وقت عالمِ اسلام میں زندہ اور مقبول ہے۔"

(مقدمہ سیرت امام احمد بن حنبل: ۸ تالیف عبد الرشید عراقی)

مولانا عبد الجبار غزنوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مذاہبِ اربعہ حق ہیں اور ان کا آپس میں اختلاف ایسا ہے جیسا صحابہ کرام میں بعض مسائل کا اختلاف ہوا کرتا تھا۔“

(اثبات الالہام والبیعۃ صفحہ ۴)

مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

”مذاہب اربعہ ان مجموعہ مسائل کا نام ہے جو کتاب اللہ، حدیث رسول، اجماع و قیاس سے ماخوذ ہیں۔“

(اشاعۃ السنۃ: ۲۲/۲۷۶)

بٹالوی صاحب کی یہ عبارت لفظ بہ لفظ ”تاریخ اہلِ حدیث: ۱/۲۰۳ ڈاکٹر بہاؤالدین“ میں منقول ہے۔

امام آلِ غیر مقلدیت وحید الزمان لکھتے ہیں:

”جیسے قرآن شریف میں مختلف قراء تیں ہیں ویسے ہی نماز، روزے، نکاح و طلاق، بیع و شراء مسائل قیاسیہ فرعیہ میں صحابہ اور تابعین اور ائمہ اربعہ مجتہدین کے اختلافات ہیں ان میں سے جس کے قول یا مذہب پر کوئی چلے اس سے لڑنا جھگڑنا منع ہے۔“

(تیسیر الباری شرح بخاری: ۴/۷۵۲ طبع تاج کمپنی)

وحید الزمان صاحب نے ائمہ اربعہ کے اختلاف کو قرآن کی مختلف قراءتوں کے مانند کہہ کر تسلیم کر لیا کہ یہ مذاہب حق ہیں، ان میں سے جس کسی امام کے مذہب پر چلا جائے درست ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ مسئلہ تین طلاق میں تو چاروں ائمہ کا اتفاق ہے کہ وہ واقع ہو جاتی ہیں۔

غیر مقلدین کے ہاں ”صاحب کرامت“ سمجھے جانے والے بزرگ مولانا غلام رسول غیر مقلد نے مذاہبِ اربعہ کی مثال بیان کرتے ہوئے کہا:

”مثال اس کی یوں ہے کہ جیسے ایک تالاب سے چار نالیاں پانی کی بہتی ہیں۔ سو کوئی شخص خواہ کسی نالی کا پانی پیوے وہ تالاب ہی کا پانی ہو گا۔ اور اگر کوئی شک والی طبیعت والا براہ راست تالاب سے ہی جا کر پیئے تو وہ بھی اُسی تالاب ہی کا پانی ہے۔“

(سوانح حضرت العلام مولانا غلام رسول صفحہ: ۷۰)

پروفیسر ڈاکٹر سعید احمد چنیوٹی (فیصل آباد) نے "ائمہ اربعہ اور منہج اہلِ حدیث" عنوان قائم کر کے لکھا:

"ائمہ اربعہ، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم منہج صحابہ کرام و تابعین عظام کے پیروکار اور اس پر سختی سے کاربند تھے۔ اسی طرح منہج اہلِ سنت اور محدثین کے طریقہ کار سے متفق اور ہم آہنگ تھے۔ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر آراء پر مقدم رکھنے کے قائل تھے، جوں ہی فرمان پیغمبر ان کے سامنے آتا، سر تسلیم خم کر دیتے۔ ان کے اجتہادات تفہیم مسائل لئے تھے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تقدیم کے لئے نہ تھے۔ استنباط کرنا ان کا اجتہادی حق، جو شارع علیہ السلام نے ان کو عطاء کیا کہ وہ غلطی بھی کریں تو انہیں ایک اجر و ثواب دیا جائے گا جس پیغمبر نے ان کو یہ اعزاز بخشا کہ وہ خطا پر بھی ثواب کے مستحق ہیں وہ عظیم ہستی کے فرامین و ارشادات پر اپنے اقوال کیسے مقدم کر سکتے تھے۔"

(مجلہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ، اکتوبر ۲۰۱۹ء صفحہ ۲۵)

پروفیسر چنیوٹی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"ائمہ اربعہ اور دوسرے ائمہ مجتہدین کتاب و سنت کو ماخذ سمجھ کر ان کی طرف رجوع کرتے رہے۔"

(حوالہ مذکورہ صفحہ ۲۹)

مولانا حنیف ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ہمارے نزدیک امام ابو حنیفہ کی فکری و آئینی کاوشیں، امام شافعی رحمہ اللہ کے اصول فقہ و حدیث کے معرکے، امام مالک رحمہ اللہ کا اصحاب مدینہ کے تعامل کو دست برد زمانہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لینا اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی جمع حدیث کی وسیع تر کوششیں ہماری تہذیبی انفرادیت کا زندہ ثبوت ہیں۔ ہم حق کو ان سے مدارس فکر میں دائر و سائر مانتے ہیں لیکن محصور منحصر کسی ایک میں بھی نہیں جانتے۔"

(مجلہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ، اکتوبر ۲۰۱۹ء صفحہ ۳۴)

ندوی صاحب کا اعتراف ہے کہ حق ان چار ائمہ میں دائر ہے عرض ہے کہ تین طلاقوں کو تین ماننا تو چاروں ائمہ کا مسلک ہے۔

حمید اللہ خان عزیز غیر مقلد نے امام کعبہ ڈاکٹر صالح آلِ طالب کی تقریر کا ایک اقتباس نقل کیا، جو درج ذیل ہے:

"امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ سب نے یہی کہا ہے کہ جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو میرا مذہب اسی کے مطابق ہے۔ چاروں ائمہ کرام اتباع سنت کو واجب قرار دیتے ہیں لیکن کبھی ان کا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فہم میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ علماء کرام اور طلبہ کو ان کا بخوبی علم ہے اور یہی وجہ ہے ان کے اختلاف رائے کی۔ لیکن اس کے باوجود سبھی ائمہ اتباع سنت کے وجوب پر متفق ہیں اور ہم اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور ائمہ کرام رحمہم اللہ کے پیروکار ہیں، وہ ائمہ جنہوں نے دین اسلام کا پرچم بلند کیا، وہ ائمہ اربعہ اور ائمہ محدثین ہیں.. جنہوں نے اس سنت نبوی کو حاصل کیا، اس کی حفاظت کی اور صحیح کو ضعیف سے الگ کیا اور اپنی عمریں سنت ِنبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سیکھنے میں صرف کیں۔ اور ایسی نصوص کو جمع اور تطبیق دیتے عمریں گزار دیں جن میں بعض اوقات ظاہری تعارض نظر آتا ہے۔ علماء کرام کی یہ محنتیں بڑی بابرکت ہیں کہ انہوں نے شرعی نصوص سے مسائل کے استنباط میں عمریں گزار دیں۔ یہ ساری کوششیں اتباع سنت کے دائرے میں آتی ہیں اور شارع کے مقصد کو سمجھنے کے لیے ہیں۔ ان کا مقصد قرآن وسنت کی نصوص کا فہم حاصل کرنا تھا تاکہ ان کی اتباع کی جاسکے اور انہیں عملی زندگی کا حصہ بنایا جاسکے۔ یقیناً یہ سب بھی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آوازیں پست کرنے کا ایک انداز ہے۔"

(مجلہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ، مئی ۲۰۱۸ء صفحہ ۵)

حافظ محمد اسحاق زاہد (کویت) نے فتاوی ورسائل شیخ ابن عثیمین: ۱/۲۸" سے نقل کیا:

"الشیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا: اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ان چار مذاہب میں سے ہے جو مشہور ہیں اور ان کی پیروی کی جاتی ہے۔"

(مجلہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ، اپریل ۲۰۱۹ء صفحہ ۱۳)

حافظ محمد اسحاق زید (کویت) نے شیخ بکر ابو زید (سعودی عرب) کا بیان نقل کیا:

"ائمہ اربعہ اور ان سے پہلے اور ان کے بعد آنے والے علمائے اسلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کی اور ایسے علماء پر طعن کرنا واضح گمراہی ہے۔"

(مجلہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ، اپریل ۲۰۱۹ء صفحہ ۱۵)

زاہد صاحب سے یہ عبارت بکر ابو زید کی کتاب "حکم الانتماء الی الفرق والاحزاب والجماعات الاسلامیۃ صفحہ ۳۳" سے نقل کی ہے۔

حافظ محمد اسحاق زاہد (کویت) نے شیخ بکر ابو زید سے نقل کیا:

"خود ائمہ اربعہ اہل الحدیث اور اہل السنۃ والجماعۃ میں سے ہیں۔"

(مجلہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ، اپریل ۲۰۱۹ء صفحہ ۱۷)

حافظ احسن شفیق صدیقی (ساہیوال) لکھتے ہیں:

"اہلِ حدیث کا عقیدہ وہی ہے جو کتاب و سنت پر مبنی ہے سلف صالحین، ائمہ اربعہ، محدثین وفقہاء کرام کا عقیدہ ہے۔ ربوبیت، الوہیت اور اسماء صفات میں اللہ کو یکتا ماننا... قرآن و حدیث کو رائے و قیاس پر مقدم رکھنا... صحابہ سے محبت اور ان کی تعظیم ایمان کا جزہے...۔"

(مجلہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ، اپریل ۲۰۱۹ء صفحہ ۱۷)

احسن صاحب نے اہلِ حدیث منہج کو ائمہ اربعہ جیسا قرار دیا۔ اس میں وہ اگرچہ اپنی جماعت کی توصیف کر رہے ہیں لیکن اس کے ضمن میں ائمہ اربعہ کی بابت تسلیم کر لیا کہ ان کا عقیدہ کتاب و سنت کے مطابق ہے اور رائے و قیاس پر کتاب و سنت کو مقدم رکھتے تھے۔

حافظ احسن شفیق صدیقی (ساہیوال) لکھتے ہیں:

"ائمہ اربعہ خود بھی اہلِ حدیث تھے... امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: پہلے پہل

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ہی مجھ کو اہلِ حدیث بنایا۔ حدائق الحنفیہ۔"

(مجلہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ، اپریل/۲۰۱۹ء صفحہ ۲۳)

آگے لکھا:

"معلوم ہوا ائمہ اربعہ رحمہم اللہ سب کے سب اہلِ حدیث تھے۔"

(مجلہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ، اپریل/۲۰۱۹ء صفحہ ۲۳)

اگلے صفحہ پہ لکھا:

"صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے بعد بہت سے مشہور علماء ہیں جن سے اہلِ حدیثوں نے نسل در نسل علمی فیض حاصل کیا جیسے ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ..."

(مجلہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ، اپریل/۲۰۱۹ء صفحہ ۲۴)

شیخ عبد الغفار محمدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"سلف صالحین تو صحابہ کرام، تابعینِ عظام، تبع تابعین اور ائمہ اربعہ محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین ہیں۔"

(ہم میلاد کیوں نہیں مناتے؟ صفحہ ۶۷، ناشر: محمدی اکیڈمی جامع مسجد محمدی اہلِ حدیث خان بیلہ، سن اشاعت: جنوری/۲۰۱۱ء)

پروفیسر وصی اللہ محمد عباس غیر مقلد (پروفیسر ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ) لکھتے ہیں:

"اس میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں کرنا چاہیے کہ صحابہ کرام کی طرح تابعین و اتباع تابعین اور ائمہ اربعہ اور اس دَور کے تمام علماء اہلِ حدیث تھے۔"

(اتباع سنت اور صحابہ وائمہ کے اصولِ فقہ صفحہ ۹۰، مکتبۃ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی)

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ائمہ اربعہ اور فقہائے مذاہب کو اپنا بزرگ سمجھتے ہیں، ان کے علوم سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔"

(فتاویٰ سلفیہ صفحہ ۱۲)

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

”امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رحہم اللہ دین کے خادم ہیں اور اسلام کے ترجمان۔“

(تحریک آزادی فکر صفحہ ۵۳)

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

”ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم۔“

(تحریک آزادی فکر صفحہ ۱۰۳)

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

”اس میں کوئی شک نہیں کہ ائمہ اربعہ مجتہدین کی جلالت قدر ہر لحاظ سے مسلم ہے ان کا علم، زہد، تقویٰ، شبہات سے بالا ہے ان کی ذات علم و ایمان کے لحاظ سے مسلم ہے ان کا علم، زہد، تقویٰ، شبہات سے بالا ہے ان کی ذات علم و ایمان کے لحاظ سے قطعاً زیر بحث نہیں بلکہ اُن کے علمی احسانات امت پر اس قدر ہیں کہ ان کے متعلق سوء ظن بے ادبی ہی نہیں بلکہ نمک حرامی ہے۔“

(تحریک آزادی فکر صفحہ ۲۳۸)

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

”یہ مسلمہ ہے کہ ائمہ اربعہ حق پر ہیں۔ یہ چاروں نہریں ایک ہی دریا سے نکلی ہیں۔ یہ پانی ایک ہی منبع سے تقسیم ہوا ہے اور منبع کی طہارت پر پوری امت کا اتفاق ہے میزان شعرانی ملاحظہ فرمایئے وہاں حوض کوثر کی تقسیم اور میزان اعمال کے وقت حضرات ائمہ کرام بڑی توجہ سے میزان کے کام کو ملاحظہ فرمارہے ہیں قیامت کے محاسبہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شعرانی رحمہ اللہ کی نگاہ میں ان حضرات کا موقف [شاید لغوی معنی مراد ہے یعنی ٹھہرنے کی جگہ (ناقل)] بھی انبیاء علیہم السلام کے قریب قریب ہے۔“

(تحریک آزادی فکر: ۳۰۳)

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

”ائمہ اربعہ رضوان علیہم اجمعین کی ولادت اور وفات سنین پر غور کی جائے ۸۰ھ سے شروع ہو کر امام احمد کی وفات ۲۴۱ھ تک ختم ہو تا ہے۔“

(تحریک آزادی فکر صفحہ ۳۱۴)

سلفی صاحب لکھتے ہیں:

”مذاہبِ اربعہ کے مجتہدین اہلِ حدیث کے بھی امام اور مجتہد ہیں ائمہ حدیث بخاری، مسلم... ابو یوسف محمد یہ سب اہلِ حدیث کے مجتہد ہیں۔“

(تحریک آزادی فکر صفحہ ۴۹۰)

سلفی صاحب نے میزان شعرانی ملاحظہ فرمانے کا کہا، اس لیے غیر مقلدین کی ضیافت کے لیے میزان شعرانی کی عبارت یہاں درج کر دیتے ہیں۔ شعرانی صاحب فرماتے ہیں:

”جب باری تعالیٰ نے مجھ پر یہ احسان فرمایا کہ مجھ کو شریعت کے سر چشمہ پر آگاہ کر دیا تو میں نے تمام مذاہب کو دیکھا کہ وہ اسی سر چشمہ سے متصل ہیں اور ان تمام میں سے ائمہ اربعہ کے مذاہب کی نہریں خوب جاری ہیں... اور ائمہ اربعہ میں سب سے زیادہ لمبی نہر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دیکھی... پس جس طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی بنیاد تمام مذاہب مدونہ سے پہلے قائم ہوئی ہے، اس طرح وہ سب سے آخر میں ختم ہو گا۔ اور اہلِ کشف کا بھی یہی مقولہ ہے۔“

(المیزان الکبریٰ اردو: ۱/۱۰۷)

شعرانی صاحب کا تذکرہ آیا ہے تو ان کا مقام و مرتبہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔ غیر مقلدین کے ہاں ”امام العصر“ کا لقب پانے والے بزرگ مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”بعد ازاں شیخ عبد الوہاب شعرانی شافعیؒ کے مرقد منور کی زیارت کی اور نماز مغرب ان کی مسجد میں ادا کی۔ اس گنہگار کو سب بزرگان دین کی طرح ان سے بھی کمال حسن عقیدت ہے اور میں نے ان کی کتب سے سلوک و فروع کے متعلق بہت فیض حاصل کیا۔“

(حاشیہ تاریخ اہلِ حدیث صفحہ ۱۳۶)

میر صاحب دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

" امام عبد الوہاب شعرانیؒ مصر کے اولیاء اللہ سے تھے ... مجھ نابکار کو اُن سے بہت عقیدت ہے۔ ۱۳۳۰ھ کے سفر حج کے ضمن میں مصر، حیفا، یافہ، بیت المقدس اور دمشق کا سفر کیا۔ اس میں مصر میں ان کی مسجد میں نماز مغرب ادا کی اور ان کے مزار مقدس پر فاتحہ پڑھی۔ آپ شافعی تھے لیکن بہت متادب تھے۔ آپ کثیر التصانیف ہیں رحمہ اللہ۔"

(حاشیہ تاریخ اہلِ حدیث صفحہ: ۱۴۲)

میر صاحب نے شعرانی صاحب کے متعلق مزید لکھا:

" شیخ عبد الوہاب شعرانی ... آپ دسویں صدی کے مصری مشائخ طریقت میں سے ہیں۔ شافعی المذہب تھے۔ شریعت و طریقت ہر دو کے جامع تھے۔ صاحب کرامت تھے۔ ائمہ دین اور بزرگوں کا ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ بالخصوص امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کا بہت ادب کرتے تھے۔ ان کے حق میں بے ادبی کرنے والے کو بہت بُرا جانتے تھے۔ بلکہ اگر ایسے گستاخوں پر کوئی بلا نازل ہو تو ان کی عیادت بھی نہیں کرتے تھے۔ اختلافات ائمہ میں ان کی روش معتدل ہے۔ جہاں تک ہو سکے ان کے اقوال کی توجیہ بیان کر کے ان کے اختلافات کو جمع کرتے ہیں۔ اس امر میں ان کی کتاب میزان کبریٰ مشہور ہے۔ الحمد للہ اس فقیر کے پاس موجود ہے۔ صاحب تصانیف تھے۔ ان کی سب تصانیف مفید اور مقبول علماء ہیں۔ مجھ زلہ ربائے کو اُن سے کمال عقیدت ہے۔"

(حاشیہ تاریخ اہلِ حدیث صفحہ: ۴۳۷)

بندہ کی ایک کتاب "غیر مقلدین کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو خراجِ تحسین" زیر ترتیب ہے، جو مجلہ **الفتحیہ** میں قسط وار شائع ہو رہی ہے۔ اس میں ایک باب ائمہ اربعہ کی منقبت و فضیلت، منہج اور ان کی دینی و ملی خدمات پہ ہو گا۔ مزید حوالہ جات ہم اس کتاب میں نقل کریں گے ان شاء اللہ۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک

امام محمد رحمہ اللہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا غیر مدخولہ بیوی کے بارے میں اکٹھی تین طلاقوں کا فیصلہ نقل کر کے لکھا:

”بِهٰذَا نَاْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا لِاَنَّهٗ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا جَمِیْعًا فَوَقَعْنَ عَلَیْهَا جَمِیْعًا مَعًا وَلَوْ فَرَّقَهُنَّ وَقَعَتِ الْاُوْلٰی خَاصَّةً لِاَنَّهَا بَانَتْ بِالْاُوْلٰی قَبْلَ اَنْ یَّتَکَلَّمَ بَالثَّانِیَةِ وَلَا عِدَّةَ عَلَیْهَا۔

ترجمہ: ہم اسی کو لیتے ہیں اور ابو حنیفہ اور ہمارے عام فقہاء کا یہی مذہب ہے کیوں کہ اس آدمی نے غیر مدخولہ بیوی کو بیک کلمہ تین طلاقیں دی ہیں پس یہ تین طلاقیں اس پر اکٹھی واقع ہو جائیں گی اور اگر تین طلاقیں جدا جدا کر کے دے تو وہ فقط پہلی طلاق واقع ہو گی کیوں کہ وہ عورت دوسری دو طلاقوں کے تلفظ سے پہلے پہلی طلاق کے ساتھ جدا ہو جاتی ہے۔ (اور دوسری تیسری طلاق کے تلفظ کے وقت وہ محل طلاق نہیں) اور اس عورت پر عدت نہیں ہے۔

(مؤطا امام محمد صفحہ ۲۶۳)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تین طلاق کو تین سمجھتے تھے، یہ بات کتاب الآثار میں بھی ہے۔

(کتاب الآثار بروایۃ الامام محمد صفحہ ۱۲۲، ۱۲۰)

درج ذیل غیر مقلد علماء نے امام محمد رحمہ اللہ کی توثیق و تعریف لکھی۔

شیخ عبد الرحمن معلمی۔ (التنکیل: ۱/ ۴۲۳...۴۹۲)

علامہ جمال الدین قاسمی۔ (الجرح و التعدیل صفحہ ۳۱)

شیخ البانی۔ (ارواء الغلیل: ۷/ ۳۳۶)

مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی۔ (علمائے اسلام بحوالہ دوماہی زمزم غازی پور ج: ۸، ش ۳، ص ۱۵)

مولانا محمد اسماعیل سلفی۔ (تحریک آزادی فکر صفحہ ۸۶، ۴۹۰)

مولانا عطاء اللہ حنیف۔ (حاشیہ حیات حضرت امام ابو حنیفہ صفحہ ۳۲۸)

ان سب کی عبارات حضرت مولانا حافظ ظہور احمد الحسینی دام ظلہ نے اپنی کتاب ’’تلامذہ امام اعظم ابو حنیفہ کا محدثانہ مقام صفحہ ۳۶۰ تا ۳۶۱ میں نقل کر دی ہیں۔ بندہ نے اسی کتاب کے باب: ’’تابعین کا مسلک‘‘ والے باب میں اصل عبارات لکھ دی ہیں۔

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’امام ابو حنیفہؒ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے مطابق فتویٰ دیا جو یہ تھا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں۔‘‘

(آئینہ پرویزیت صفحہ ۸۷۷، طبع مکتبۃ السلام)

امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک

مؤطا مالک میں ہے کہ کسی نے غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ وہاں الفاظ ’’طَلَّقَ امْرَاَتَہٗ ثَلَاثًا لَمْ يَدْخُلْ بِهَا ‘‘ہیں۔ یہ مسئلہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے پیش کیا گیا:

’’فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ الْوَاحِدَةُ تُبِيْنُهَا والثَّلَاثَةُ تُحَرِّمُهَا حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِثْلُ ذٰلِكَ قَالَ مَالِكٌ وَعَلٰى ذٰلِكَ الْاَمْرُ عِنْدَنَا۔

(مؤطا مالک)

ترجمہ: تو ابو ہریرہ نے فرمایا ایک طلاق (غیر مدخولہ) عورت کو شوہر سے جدا کر دیتی ہے اور تین طلاقیں اس کو حرام کر دیتی ہیں یہاں تک وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے اور ابن عباس نے بھی اسی طرح فرمایا۔ مالک نے کہا: ہمارے نزدیک بھی معاملہ اسی طرح ہے۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

’’کہا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اگر کوئی شخص کہے اپنی عورت کو تو خلیہ ہے یا بریہ ہے تو تین طلاق پڑ جائیں گی اگر اس عورت سے صحبت کر چکا ہے اور جو صحبت نہیں کی، اس کی نیت کے موافق پڑے گی۔‘‘

(شرح مؤطا مالک صفحہ ۳۸۲)

امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِامْرَاَتِهِ الَّتِيْ لَمْ يُدْخِلْ بِهَا اَنْتَ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْهِ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔

(کتاب الام:۵/۱۸۳)

ترجمہ: جب آدمی اپنی غیر مدخولہ بیوی سے کہے "تجھے تین طلاقیں ہیں" پکی بات ہے کہ وہ اس پر حرام ہو گئی جب تک دوسرے آدمی سے نکاح نہ کرے۔

امام شافعی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

" وَلَوْقَالَ لِلْمَرْاَةِ غَيْرِ الْمَدْخُوْلِ بِهَا اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا ...وَقَعْنَ مَعاً حِيْنَ تَكَلَّمَ ...وَهٰكَذَا لَوْكَانَتْ مَدْخُوْلاً بِهَا۔

(کتاب الام:۵/۱۸۳)

ترجمہ: اور اگر شوہر نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو کہا "تجھے تین طلاقیں ہیں" تو تکلم کرتے ہی وہ واقع ہو جائیں گی۔ اور اسی طرح تینوں واقع ہو جائیں گی اگر بیوی مدخولہ ہو۔

شیخ یحیٰ عارفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام شافعی رحمہ اللہ: کے نزدیک عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اس کو دی گئی یکبارگی تین طلاق ہر حال (بِاَيِّ الْفَاظٍ كَانَتْ) تینوں واقع ہو جاتی ہیں اور تینوں کا وقوع سنت ہے۔"

(تحفۂ احناف صفحہ ۳۴۸)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے شاگرد کہتے ہیں:

"سَاَلْتُهٗ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ ثَلَاثًا وَهُوَيَنْوِيْ وَاحِدَةً قَالَ هِيَ ثَلَاثٌ۔" (مسائل الامام احمد بن حنبل روایۃ ابن ابی الفضل صالح:۱/۴۶۱)

ترجمہ: میں نے اُن سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا جس نے تین طلاقیں دیں جب کہ وہ نیت ایک کی کرتا ہے فرمایا: یہ تین ہوں گی۔

”قُلْتُ طَلَّقَ وَهُوَ يَنْوِي ثَلَاثًا قَالَ هِيَ وَاحِدَةٌ قَالَ إِنَّمَا النِّيَّةُ فِيْمَا خَفِيَ وَلَيْسَ فِيْمَا ظَهَرَ۔“

(مسائل الامام احمد بن حنبل روایۃ ابن ابی الفضل صالح: ۱/۴۶۱، مسئلہ: ۴۷۷)

ترجمہ: میں نے کہا: آدمی نے (ایک) طلاق دی جب کہ وہ نیت تین کی کرتا ہے فرمایا: یہ ایک ہے فرمایا: نیت تو مخفی بات میں معلوم کی جاتی ہے، نہ کہ اس بات میں جو ظاہر ہو۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیٹے عبد اللہ کہتے ہیں:

”وَقَالَ اَبِيْ وَإِذَا قَالَ قَدْ طَلَّقْتُكُنَّ ثَلَاثًا فَقَدْ وَقَعَ عَلَيْهِنَّ كُلُّهُنَّ ثَلَاثًا ثَلَاثًا۔

(مسائل احمد بن حنبل: ۱/ ۳۷۲)

ترجمہ: میرے باپ نے کہا جب آدمی متعدد بیویوں کو کہے ”میں نے تمہیں تین طلاقیں دیں“ تو ان سب پر تین تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

شیخ امین اللہ پشاوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”امام احمد بن حنبلؒ جو سنت کو جمع کرنے اور اس پر تمسک کرنے کے لحاظ سے دیگر تمام ائمہ پر فوقیت و فضیلت رکھتے ہیں اور جن کی احتیاط کا یہ عالم ہے کہ وہ احادیث میں کتب و ابواب لکھنے میں بھی کراہت سمجھتے ہیں کیوں کہ اس کا تعلق مصنف کی رائے و تصرف سے ہوتا ہے۔“

(فتاوی الدین الخالص: ۱/ ۱۰)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بقول پشاوری صاحب رائے کے اس قدر مخالف تھے کہ کتب حدیث میں باب قائم کرنا بھی مکروہ جانتے تھے تو تین طلاق کو تین کہنے میں بھی یقیناً انہوں نے رائے کی بجائے حدیث ہی کو قبول کیا ہو گا۔

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے معمولات و فتاویٰ کی بنیاد عام طور پر حدیث و اثر پر ہوتی ہے۔"

(آثار حنیف بھوجیانی: ۱/ ۱۳۳، المکیبہ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے تسلیم کیا ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ (زاد المعاد: ۴/ ۵۴ بحوالہ عمدۃ الآثاث صفحہ ۳۱)

غیر مقلدین کی گواہیاں کہ "ائمہ اربعہ تین طلاقوں کو تین مانتے ہیں"

مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ائمہ اربعہؒ اور جمہور تین طلاق واقعہ ہونے کے قائل کیوں ہوئے؟ بڑی وجہ اس کی یہی ہے کہ راوی حدیث ابن عباسؓ کا فتویٰ ہے۔"

(فتاویٰ اہلِ حدیث ۱/ ۵۰۴)

روپڑی صاحب دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"اگر تین کی تعداد ایک مجلس میں یا متفرق طور پر پوری ہو گئی تو ائمہؒ اربعہ کے نزدیک وہ عورت حرام ہو چکی ہے جب تک دوسری جگہ نکاح پڑھ کر دوسرا خاوند ہمبستری نہ کر لے پہلے کے لئے حلال نہیں۔"

(فتاویٰ اہلِ حدیث ۲/ ۴۹۵)

امیر یمانی محمد بن اسماعیل (وفات: ۱۱۷۲ھ) کہتے ہیں:

"اہلِ مذاہب اس امر پر متفق ہیں کہ لگاتار جو تین طلاقیں دی جاتی ہیں تو وہ تین ہی ہوتی ہیں۔

(سبل السلام: ۳/ ۲۱۵)

یمانی صاحب لکھتے ہیں:

"فقہاء اربعہ اور جمہور سلف و خلف کا یہی مسلک ہے۔"

(سبل السلام: ۲/ ۲۱۴)

یمانی مذکور کو غیر مقلدین اپنا ہم مسلک اہلِ حدیث کہا کرتے ہیں۔

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مثلاً طلاق ثلاثہ کو لے لیجئے ائمہ اربعہ اور امام بخاری تک اس کے قائل ہیں مگر ہم قائل نہیں۔"

(تعویذ اور دم صفحہ ۱۷)

مولانا داود راز غیر مقلد لکھتے ہیں:

"جمہور علماء وائمہ اربعہ کا تو یہ قول ہے کہ تین طلاقیں پڑ جائیں گی۔"

(شرح بخاری داود راز: ۷/ ۳۳)

مولانا عبد القادر حصاروی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ائمہ اربعہ کا یہ مذہب بتلایا جاتا ہے کہ وہ اس کو طلاق طلاق بائنہ مغلظہ کہتے ہیں اور عورت کو حرام قرار دیتے ہیں۔"

(شرعی داڑھی صفحہ ۸۳، شائع کردہ مکتبہ دار الحدیث راجووال)

مولانا محمد الیاس اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"احناف، شوافع، موالک اور حنابلہ وغیرہ سب کا خیال ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہیں۔"

(تقریظ احسن الابحاث صفحہ ۸)

اثری صاحب "وغیرہ" کا مصداق بتا کر تعین کر دیتے تو اچھا ہوتا۔

حکیم محمد اشرف سندھو غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مسلک اہلِ حدیث کے مسائل میں صرف دو ایک ہی ایسے مسئلے ہیں جو کہ ظاہر حدیث کی بناء پر مذاہب اربعہ کے مسائل سے مختلف ہیں مثلاً مدرک رکوع کو دوبارہ رکعت پڑھنا اور ایک وقت کی تین طلاق کو صرف ایک طلاق ماننا۔"

(تاریخ التقلید صفحہ ۱۶۰)

غیر مقلدین کے صرف دو مسائل مذاہب اربعہ سے مختلف ہیں والے دعویٰ سے ہمارا اتفاق نہیں۔ البتہ یہ بات یقینا درست ہے کہ مسئلہ تین طلاق میں ان کی رائے مذاہب اربعہ کے خلاف ہے۔

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے صحیح مسلم کی تین طلاق سے متعلقہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''نہ ائمہ اربعہ کا مشہور روایت کے مطابق اس پر عمل ہے۔'' (پرویزی تشکیک کا علمی محاسبہ صفحہ ۹۶)

مولانا عبد التواب ملتانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''رہا یہ امر کہ یکجا تین طلاق کا حکم کیا ہے سو جمہور علماء وائمہ اربعہ اس پر ہیں کہ تینوں طلاق پڑ جاتی ہیں۔''

(شرح بلوغ المرام اردو صفحہ ۳۴۸)

رانا شفیق الرحمن خان پسروری غیر مقلد لکھتے ہیں:

''چاروں امام متفق ہیں کہ طلاق بدعت واقع ہو جاتی ہے۔''

(حلالہ کی شرعی حیثیت صفحہ ۹، الفلاح پبلی کیشنز لاہور)

باب نمبر:۵

سلف صالحین کا مسلک

فہم اسلاف کی اہمیت غیر مقلدین کی نظر میں

اسلاف کا موقف پیش کرنے سے پہلے مناسب ہو گا کہ غیر مقلدین کی زبانی اسلاف کے اقوال اور ان کے فہم کی اہمیت کو نقل کر دیا جائے۔

مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''سلف کی روش جس کو پسند نہیں وہ خدا کا پیارا کبھی نہیں بن سکتا۔''

(فتاویٰ اہلِ حدیث: ۱/۳۴۷)

حافظ معاذ نے اپنے والد شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کے متعلق لکھا:

”وہ کہا کرتے تھے: حدیث کو سمجھنے کے لیے اسلاف کی طرف رجوع کرو۔ مزید فرمایا: جو لوگ اسلاف کی طرف رجوع نہیں کرتے وہ قرآن و حدیث میں خود ساختہ تاویل و تحریف کرکے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ انہوں نے طلباء کو سمجھاتے ہوئے کہا: ”کوئی ایسا مسئلہ نہ نکالنا جس میں آپ کے پیچھے اسلاف میں سے کوئی کھڑا نہ ہو۔“

(اشاعۃ الحدیث، اشاعتِ خاص حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۲۱)

شاہد نذیر غیر مقلد (کراچی) لکھتے ہیں:

”اس سلسلے میں قابلِ غور بات یہ بھی ہے کہ جب اہلِ بدعت اپنے مشرکانہ عقائد اور بدعی افعال کے لیے قرآن وحدیث کی نصوص سے نت نئے نئے اور انوکھے استدلال کرتے ہیں تو انہیں لگام دینے کے لیے ہمارے پاس فہم سلف صالحین ہی ایک ذریعہ ہے۔ اسی حقیقت کا اعتراف فرماتے ہوئے حافظ [زبیر علی زئی (ناقل)] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”منافقین اور اہلِ بدعت بھی کتاب اللہ سے استدلال کرتے ہیں، لہذا کتاب و سنت کا صرف وہی فہم معتبر ہے جو سلف صالحین سے ثابت ہے۔“

(اشاعۃ الحدیث، اشاعتِ خاص حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۳۷۲)

شاہد نذیر ہی لکھتے ہیں:

”ان حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں فہم سلف کی روشنی میں اپنے عمل اور عقیدے کی بنیاد استوار کرنی چاہیے، اسی میں نجات ہے وگرنہ گمراہی ہے۔“

(اشاعۃ الحدیث، اشاعتِ خاص حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۳۷۳)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”سلف صالحین کا فہم وہ مشعل ہے جس کی وجہ سے آدمی گمراہی سے محفوظ رہتا ہے۔“

(ماہنامہ الحدیث حضرو شمارہ: ۴۰ صفحہ ۸ بحوالہ اشاعۃ الحدیث، اشاعتِ خاص حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۳۷۲)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”خوش قسمت ہے وہ شخص جو کتاب و سنت یعنی قرآن وحدیث پر سلف صالحین کے فہم

کی روشنی میں عمل کرے۔"

(اختصار علوم الحدیث صفحہ ۸ بحوالہ اشاعۃ الحدیث، اشاعتِ خاص حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۳۷۲)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"قرآن و حدیث کا کون سا مفہوم معتبر ہے۔ وہ فہم جو صحابہ، تابعین و تبع تابعین اور محدثین کرام سے ثابت ہے؟! ہم تو وہی فہم مانتے ہیں جو صحابہ، تابعین، تبع تابعین و محدثین اور قابلِ اعتماد علمائے امت سے ثابت ہے... حافظ عبد اللہ روپڑی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ ہم تو ایک ہی بات جانتے ہیں وہ یہ کہ سلف کا خلاف جائز نہیں۔"

(اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعت خاص بیاد حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۳۷۵، طبع مکتبہ اسلامیہ)

شیخ عبد اللہ ناصر رحمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"جو متاخرین (بعد میں آنے والے لوگ) ہیں وہ سلف کے علم و فہم کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں جتنا دَور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو گا اتنی علمی برکت بھی ہوتی اور فہم کی وسعت بھی ہو گی۔"

(اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعت خاص بیاد حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۳۰۰، طبع مکتبہ اسلامیہ)

رحمانی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"ہم سلفی اس لئے ہیں کہ ہم کتاب و سنت کو اساس بناتے ہیں علم فہم السلف، شتر بے مہار نہیں، فہم السلف کا تقید بحمد للہ ہمارے اصول میں موجود ہے اور یہ بڑا زریں قاعدہ ہے۔"

(اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعت خاص بیاد حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۳۰۰ طبع مکتبہ اسلامیہ)

اقوال سلف کی اہمیت جان لینے کے بعد مرحلہ آتا ہے یہ جاننے کا کہ اسلاف میں کون کون حضرات ہیں یہاں بھی بہتر ہو گا کہ خود غیر مقلدین کے گھر سے اس کا حوالہ پیش کر دیا جائے۔

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد سے سوال ہوا:

"ہمارے اسلاف اور علمائے اہلِ سنت سے مراد کون لوگ ہیں؟"

علی زئی صاحب نے اس کا یوں جواب دیا:

"اسلاف سے مراد اہلِ سنت کے متفقہ سلف صالحین ہیں مثلاً: ۱: تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ۲: تمام ثقہ و صدوق تابعین عظام مثلاً سعید بن المسیب، عامر الشعبی، علی بن الحسین عرف زین العابدین، سعید بن جبیر، سالم بن عبد اللہ بن عمر، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، محمد بن سیرین، نافع مولیٰ ابن عمر اور ابن شہاب الزہری وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین ۳: تمام ثقہ و صدوق تبع تابعین، مثلامالک بن انس المدنی، عبد الرحمن بن عمرو الاوزاعی، شعبہ بن الحجاج، سفیان الثوری، جعفر بن محمد الصادق، زائدہ بن قدامہ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، معمر بن راشد اور عبد اللہ بن المبارک وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین ۴: دوسری اور تیسری صدی ہجری کے تمام ثقہ و صدوق عند الجمہور علمائے اہلِ سنت، مثلاً محمد بن ادریس الشافعی، یحی بن سعید القطان، عبد الرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل، محمد بن اسماعیل بخاری، علی بن المدینی، یحیٰ بن معین، وکیع بن الجراح، عبد اللہ بن وہب المصری، ابو بکر بن ابی شیبہ، مسلم بن الحجاج النیسابوری، ابو دود السجستانی، ابو عیسیٰ الترمذی، بقی بن مخلد، اسحاق بن راہویہ، ابو زرعہ الرازی، ابو حاتم الرازی، ابو بکر الحمیدی، عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی، ابن ماجہ اور قاسم بن محمد القرطبی وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین۔ یہ سب اکابر علمائے اہلِ سنت اور اہلِ حق تھے۔"

(توضیح الاحکام: ۷۸/۳)

علی زئی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"۵: چوتھی صدی ہجری کے تمام ثقہ و صدوق علماء، مثلاً محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوری، محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری، احمد بن شعیب النسائی، علی بن عمر الدار قطنی، ابو عوانہ الاسفرائنی، محمد بن جریر بن یزید الطبری، عمر بن احمد بن عثمان عرف ابن شاہین البغدادی، ابو سلیمان حمد الخطابی، محمد بن الحسین الآجری اور محمد بن حبان احمد البستی وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین ۶: پانچویں صدی کے تمام ثقہ و صدوق علماء مثلاً ابن عبد البر اندلسی، احمد بن الحسین البیہقی، ابو نصر عبید اللہ بن سعید الجزی الوائلی، خطیب بغدادی، ابن حزم، ابو بکر برقانی، ابو عمر احمد بن محمد بن عبد اللہ الطلمنکی الاثری، ابو نعیم الاصبہانی، ابو یعلی الخلیلی اور ابو عثمان الصابونی وغیرہم رحمہم

اللہ اجمعین ۷: چھٹی صدی ہجری کے تمام ثقہ و صدوق علماء مثلاً حسین بن مسعود البغوی، قوام السنۃ اسماعیل بن محمد الانصاری، عبد الغنی بن عبد الواحد المقدسی، ابو بکر بن العربی، ابو طاہر السلفی، ابو سعد السمانی، عبد الاشبیلی، ابو القاسم السہیلی، ابن عساکر الدمشقی اور ابو الفرج ابن الجوزی وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین ۸: ساتویں صدی ہجری کے تمام ثقہ و صدوق علماء، مثلاً ضیاء مقدسی، ابن القطان الفاسی، ابن الاثیر الجزری، عبد العظیم المنذری، ابن سید الناس، ابو عبد اللہ محمد بن القرطبی، ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی، ابو شامہ المقدسی، ابن نقطہ البغدادی اور نووی وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین ۔ یہ سب سلف صالحین تھے اور مروجہ تقلید کے قائل و فاعل نہیں تھے بلکہ کتاب و سنت اور اجماع کے قائل و فاعل تھے۔"

(توضیح الاحکام: ۳/ ۷۹)

پہلی بات یہ ہے کہ ان مذکورہ "سلف صالحین اور علمائے اہلِ سنت" میں کچھ مجتہد ہیں مثلا امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہم رحمہم اللہ ... اور کچھ مقلدین ہیں جیسے: ابن عبد البر اندلسی، بیہقی اور نووی وغیرہم۔ ان میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں جس میں اجتہاد کی صلاحیت بھی نہ ہو اور تقلید بھی نہ کرتا ہو، بلکہ غیر مقلد ہو کر تقلید کو شرک و بدعت کہتا ہو۔ البتہ علی زئی صاحب کے نزدیک یہ سب تارکِ تقلید تھے۔

علی زئی صاحب نے یہاں "سلف صالحین اور علمائے اہلِ سنت" عنوان کے تحت قریباً اَسی (۸۰) اسلاف اور علمائے کرام کے نام درج کئے ہیں۔ بتایا جائے کہ ان میں سے تین طلاق کو ایک کہنے والے کتنے ہیں پانچ، چار، تین، دو؟ ان میں سے جو تین کو ایک کہتے ہیں ان کا مسلک صحیح سند سے ثابت کیا جائے، تاکہ پتہ چلے کہ غیر مقلدین کس حد تک "سلفی" ہیں؟

علی زئی صاحب نے مذکورہ تحریر میں جنہیں اپنے "سلف صالحین" کہا۔ ہم ان میں سے کچھ کا موقف مسئلہ تین طلاق کے بارے میں نقل کر دیتے ہیں۔

صحابہ کرام کے بارے میں تو خود علی زئی صاحب لکھ چکے کہ تین طلاقوں کے تین ہونے پر ان کا اجماع ہے ، حوالہ باب دوم میں گذر چکا ہے۔ اور تابعین کی بابت باب سوم میں خود غیر مقلدین کے اعترافی حوالے منقول ہیں

کہ وہ تین طلاقوں کو تین مانتے تھے۔ بعد والوں کا موقف ہم یہاں نقل کر دیتے ہیں۔ علی زئی صاحب نے اسلاف کی مذکورہ فہرست میں درج ذیل حضرات علماء اور محدثین کا تذکرہ کیا ہے۔

امام زہری رحمہ اللہ، سیدنا سفیان ثوری رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ، امام ابن ماجہ رحمہ اللہ، امام ابو داود رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ، امام ابو عوانہ رحمہ اللہ، امام بغوی رحمہ اللہ، علامہ ابن المنذر رحمہ اللہ، امام ابن حبان رحمہ اللہ، امام ابن عبد البر رحمہ اللہ، علامہ ابن حزم ظاہری، امام بیہقی رحمہ اللہ، امام قرطبی رحمہ اللہ، امام نووی رحمہ اللہ، حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور امام ذہبی رحمہ اللہ۔

اب آیئے دیکھتے ہیں کہ مسئلہ تین طلاق کی بابت ان حضرات کا موقف شیعوں، مرزائیوں اور غیر مقلدین والا ہے یا اہل سنت والجماعت والا؟

امام زہری رحمہ اللہ (وفات ۱۲۵ھ)

فِیْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَہٗ ثَلَاثًا جَمِیْعًا قَالَ اِنَّ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ عَصٰی رَبَّہٗ وَبَانَتْ مِنْہُ امْرَأَتُہٗ۔

(مصنف عبد الرزاق: ۱۱/۴)

معمر کہتے ہیں زہری سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دی ہوں۔ آپ نے فرمایا جس نے ایسا کیا اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس سے اس کی بیوی جدا ہو گئی۔

سیدنا سفیان ثوری رحمہ اللہ (وفات ۱۶۱ھ)

قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِیِّ فِیْ رَجُلٍ طَلَّقَ ثَلَاثًا ثُمَّ دَخَلَ عَلَیْھَا قَالَ یُدْرَءُ عَنْھَا الْحَدُّ وَیَکُوْنُ عَلَیْھَا الصَّدَاقُ۔

(مصنف عبد الرزاق: ۳۳۹/۷)

عبد الرزاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فتوی دیا کہ جو آدمی اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے کر اس کے صحبت کرتا ہے تو اس سے حد زنا ساقط ہو گی مگر اس پر حق مہر لازم ہو گا۔

امام بخاری رحمہ اللہ (وفات: ۲۵۶ھ)

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے:

"بَابُ مَنْ اَجَازَ طَلَاقَ الثَّلَاثِ" یعنی جس نے تین طلاقوں کو جائز قرار دیا ہے۔

(صحیح بخاری: ۲/۷۹۱)

مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ایک مجلس کی تین طلاق میں بہت (سے) اہلِ حدیث بخاری وغیرہ کے خلاف ہیں۔"

(فتاویٰ اہلِ حدیث ۱/۷)

تنبیہ: روپڑی صاحب کی عبارت میں اہلِ حدیث سے مراد انگریز سے اہلِ حدیث نام الاٹ کرانے والے غیر مقلدین ہیں ورنہ اصلی اہلِ حدیث یعنی محدثین تو تین کو تین ہی کہتے ہیں۔

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مثلاً طلاق ثلاثہ کو لے لیجئے ائمہ اربعہ اور امام بخاری تک اس کے قائل ہیں مگر ہم قائل نہیں۔"

(تعویذ اور دم صفحہ ۱۷)

خواجہ صاحب نے اپنی کتاب "تین طلاقیں ایک وقت میں ایک ہوتی ہے صفحہ ۶۱" میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ کو تین طلاقوں کو واقع ماننے والا تسلیم کیا ہے۔

مولانا حمید اللہ غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اکیلے بخاری علیہ الرحمۃ ہی کو اللہ پاک نے اس فن میں وہ مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ ان کی مخالفت لوہے کے چنے چبانے ہیں اور جب کہ اور بھی کتنے ہی حفاظ وائمہ ان کے ساتھ ہوں تو پھر اس بات کا ٹوٹنا کہاں"

(فتاویٰ نذیریہ: ۱/۴۲۷)

اس تحریر پر غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی کے دستخط ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک تین طلاقیں تین ہی ہیں، پھر ان کے ساتھ نہ صرف حفاظ حدیث اور ائمہ

عظام ہیں بلکہ جمہور امت کا بھی یہی نظریہ ہے۔ اس لیے ہم فتاویٰ نذیریہ کا جملہ ”ان کی مخالفت لوہے کے چنے چبانے ہیں“ موجودہ غیر مقلدین کو پیش کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

”وَقَالَ اَھْلُ الْعِلْمِ اِذَا طَلَّقَ ثَلَا ثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَیْہِ۔“

(بخاری، کتاب الطلاق، باب من قال انت علی حرام قبل حدیث:۵۲۶۴)

ترجمہ: اہل علم نے کہا ہے کہ جب کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی۔“(ترجمہ حافظ عبد الستار غیر مقلد)

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ (وفات ۲۷۳ھ)

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے:

”بَابُ مَنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا فِیْ مَجْلِسٍ وَاحِدٍ: جس نے ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دیں۔“

اس باب میں امام ابن ماجہ رحمہ اللہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ایک مجلس میں دی گی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں۔ اس کے تحت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کرتے ہیں۔

قَالَتْ طَلَّقَنِیْ زَوْجِیْ ثَلَاثًا وَھُوَخَارِجٌ اِلَی الْیَمَنِ فَاَجَازَ ذٰلِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: وہ فرماتی ہیں میرے خاوند نے مجھے تین طلاقیں دیں جب کہ وہ یمن کی طرف گئے ہوئے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ تین طلاقیں ایک مجلس میں تھیں اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نافذ کر دیا۔

امام ابو داود رحمہ اللہ (وفات:۲۷۵ھ)

امام ابو داود رحمہ اللہ نے باب قائم کیا:

”بَابُ نَسْخِ الْمُرَاجَعَۃِ بَعْدَ التَّطْلِیْقَاتِ الثَّلَاثِ“ تین طلاق کے بعد رجوع کرنا منسوخ ہے۔(سنن ابی داود:۱/۲۹۸)

امام نسائی رحمہ اللہ(وفات:۳۰۳ھ)

امام نسائی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”بَابُ نَسْخِ الْمُرَاجَعَةِ بَعْدَ التَّطْلِيْقَاتِ الثَّلَاثِ“تین طلاق کے بعد رجوع کرنا منسوخ ہے۔(سنن نسائی:۲/۱۰۳)

امام نسائی رحمہ اللہ نے حدیثِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ پر باب ”بَابُ طَلَاقَ الثَّلَاثِ الْمُتَفَرِّقَة قَبْلَ الدَّخُوْلِ بِاالزَّوْجَةِ ،عورت کو الگ الگ تین طلاقیں ہم بستری سے پہلے دینا“ قائم کیا۔

حافظ محمد امین غیر مقلد اس باب کی تشریح میں لکھتے ہیں:

”دراصل امام[نسائی(ناقل)]صاحب نے اس روایت کو جمہور اہلِ علم کے موقف کے موافق کرنے کے لیے یہ تاویل کی ہے کہ اس حدیث میں اس عورت کی تین طلاقیں مراد ہیں جس سے جماع نہ کیا گیا ہو۔اس عورت کے لیے تین اور ایک برابر ہیں کیوں کہ ایسی عورت جس سے جماع نہ کیا گیا ہو، اس کے لیے ایک طلاق بھی بائن ہوتی ہے یعنی اس سے رجوع نہیں ہو سکتا۔“

(حاشیہ نسائی۵/۲۹۴)

امام ترمذی رحمہ اللہ(وفات۲۷۹ھ)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”حَدِيْثُ عَائِشَةَ حَدِيْثٌحَسَنٌ صَحِيْحٌ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ عَامَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَطَلَّقَهَا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ اَنَّهَا لَا تَحِلُّ لِلزَّوْجِ الْاَوَّلِ ۔

(سنن ترمذی:۱/۲۱۳)

ترجمہ:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن صحیح ہے اور عام اہلِ علم خواہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا ان کے علاوہ۔ ان سب کا عمل اسی پر ہے کہ جو آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے پھر وہ عورت دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح کرے۔یہ دوسرا شوہر

اس عورت کو صحبت سے پہلے طلاق دے دے تو وہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوتی۔

امام ابو عوانہ رحمہ اللہ (وفات ۳۱۶ھ)

امام ابو عوانہ رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے:

”بَابُ الْخَبَرِ الْمُبِيْنِ اَنَّ طَلَاقَ الثَّلَاثِ كَانَتْ تَرِدُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَبِيْ بَكْرٍ اِلٰى وَاحِدَةٍ وَبَيَانُ الْاَخْبَارِ الْمُعَارَضِةِ لَهَا الدَّالَةِ عَلٰى اِبْطَالِ اسْتِعْمَالِ هٰذَا الْخَبَرِ وَاِنَّ الْمُطَلِّقَ ثَلَاثًا لَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔

(مستخرج ابی عوانہ:۵/۲۳۱)

یعنی یہ باب ہے اس حدیث کے بارے میں کہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد ابی بکر میں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھی اور ان حدیثوں کا بیان ہے جو اس کے خلاف ہیں اسے باطل کرنے والی ہیں اور بے شک تین طلاقیں دینے والے کی بیوی حلال نہیں ہوتی جب تک کہ وہ کسی اور سے نکاح نہ کرلے۔

امام ابو عوانہ رحمہ اللہ نے اس باب میں تاثر دیا ہے کہ تین طلاق کے تین ہونے پر کئی احادیث ہیں اور ان کی وجہ سے مخالف کی دلیل باطل ہے۔

امام بغوی رحمہ اللہ (وفات ۳۱۷ھ)

امام بغوی رحمہ اللہ بھی تین طلاقوں کے وقوع کو مانتے ہیں جیسا کہ انہوں نے ”بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ التَّطْلِيْقَاتِ الثَّلَاث، وَطَلَاقُ الْبَتَّةَ“ قائم کرکے ظاہر کیا ہے۔

(شرح السنۃ:۱/۵۷۳)

علامہ ابن المنذر رحمہ اللہ (وفات ۳۱۹ھ)

علامہ ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَاَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّ الرَّجُلَ اِذَا قَالَ لِزَوْجَتِهٖ اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا اِلَّا وَاحِدَةً اَنَّهَا تُطَلَّقُ تَطْلِيْلَقَتَيْنِ وَاَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهٗ اِنْ قَالَ لَهَا اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا اِلَّا ثَلَاثًا اَنَّهَا تُطَلَّقُ ثَلَاثًا

(الاجماع:۱/۲۵)

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے تجھے تین طلاقیں ہیں مگر ایک

تو دو طلاقیں واقع ہو جائیں گی، اسی طرح اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اگر اپنی بیوی کو کہا تجھے تین طلاقیں ہیں مگر تین تو تین طلاقیں واقع ہوں گی۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ (وفات ۳۵۴ھ)

" ذِكْرُ الْخَبْرِ الدَّالِ عَلٰى اَنَّ طَلَاقَ الْمَرْءِ امْرَأَتَهٗ مَا لَمْ يَصرَحْ بِالثَّلَاثِ فِیْ نِيَّتِهٖ يُحْكَمُ لَهٗ۔

(صحیح ابن حبان:۱۰/۹۷)

یعنی اس حدیث کا ذِکر جو دلالت کرنے والی ہے کہ آدمی کا اپنی بیوی کو طلاق دینے کا مسئلہ اس کی نیت پر محمول کیا جائے گا جب تک تین کی صراحت نہ کرے۔

اس کے بعد امام ابن حبان رحمہ اللہ نے سیدنا رکانہ رضی اللہ عنہ والی حدیث البتة ذکر فرمائی ہے۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ (وفات ۳۶۴ھ)

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ عہدِ نبوی وغیرہ میں تین طلاق کو ایک قرار دیئے جانے والی روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

"وَرِوَايَةُ طَاؤُسٍ وَهْمٌ لَمْ يَعْرُجْ عَلَيْهَا اَحَدٌ مِنْ فُقَهَاءِ الْاِمْصَارِ بِالْحِجَازِ وَ الْعِرَاقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ الْمَشْرِقِ وَالشَّامِ۔

(الاستذکار:۶/۶)

طاؤس کی روایت وہم اور غلط ہے، حجاز، عراق، مشرق ومغرب اور شام کا کوئی فقیہ بھی اس کا قائل نہیں۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وَرَوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ جَمَاعَةٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ خِلَافَ مَا رَوٰى طَاوُسٌ فِیْ طَلَاقِ الثَّلَاثِ اَنَّهَا لَازِمَةٌ فِیْ الْمَدْخُوْلِ بِهَا وَغَيْرِ الْمَدْخُوْلِ بِهَا اَنَّهَا ثَلَاثٌ لَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ وَعَلٰى هٰذَا جَمَاعَةُ الْعُلَمَاءِ وَالْفُقَهَاءِ بِالْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ وَالشَّامِ وَالْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ مِنْ اَهْلِ الْفِقْهِ وَالْحَدِيْثِ وَهُمُ الْجَمَاعَةُ وَالْحُجَّةُ وَاِنَّمَا يُخَالِفُ فِیْ ذٰلِكَ اَهْلُ الْبِدْعِ الْخَشَبِيَّةُ وَغَيْرُهُمْ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْخَوَارِجِ عَصَمَنَا اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی جماعت نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو مذہب نقل کیا ہے وہ طاوس کے خلاف ہے وہ یہ ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں لازم ہو جاتی ہیں خواہ عورت کے ساتھ صحبت ہو چکی ہو یا صحبت نہ ہوئی ہو اور وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں جب تک دوسرے آدمی سے نکاح نہ کرے۔ حجاز، عراق، شام، اور مشرق و مغرب کے تمام علماء و فقہاء اور محدثین کا مذہب یہی ہے اور یہ جماعت ہے اور حجت ہے (اور حدیث میں جماعت کے ساتھ لازم رہنے کا حکم ہے اور جماعت سے جدا ہونے پر نارِ جہنم کی وعید ہے) صرف اور صرف ان کی مخالفت اہلِ بدعت جیسیہ (فرقہ رافضیہ) معتزلہ اور خوارج نے کی ہے اللہ ہمیں اپنی رحمت سے اس بُرے مذہب سے محفوظ رکھے۔

(التمهيد لابن عبد البر :۲۳/ ۳۷۸)

امام ابن شاہین رحمہ اللہ (وفات ۳۸۵ھ)

"وَمَذْهَبِيْ الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالطَّلَاقُ ثَلَاثٌ جَمَعَهَا اَوْ فَرَّقَهَا فَهِيَ عَلَيْهِ حَرَامٌ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ وَاِنَّ الْمُتْعَةَ حَرَامٌ۔"

(شرح مذاہب اہل السنۃ لابن شاہین: ۱/ ۳۲۲)

ترجمہ: میرا مذہب یہ ہے موزوں پر مسح جائز ہے اور تین طلاقیں اکٹھی ہوں یا متفرق بیوی کو خاوند پر حرام کر دیتی ہیں جب تک وہ عورت دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح نہ کرے وہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوتی اور متعہ حرام ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہری (وفات ۴۵۶ھ)

علامہ ابن حزم کو عام لوگ ظاہری کہتے ہیں مگر غیر مقلدین انہیں اپنا غیر مقلد اور اہلِ حدیث باور کرایا کرتے ہیں۔ موصوف باوجود ظاہری ہونے کے تین طلاقوں کو تین ہی مانتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"فَاِنْ طَلَّقَهَا فِيْ طُهْرٍ لَمْ يَطَاْهَا فِيْهِ طَلَاقُ سُنَّةٍ لَازِمٌ كَيْفَمَا اَوْقَعَهٗ اِنْ شَاءَ طَلْقَةً وَّاحِدَةً وَّاِنْ شَاءَ طَلْقَتَيْنِ مَجْمُوْعَتَيْنِ وَاِنْ شَاءَ ثَلَاثًا مَجْمُوْعَةً۔

(المحلی: ۹/ ۳۶۴)

ترجمہ: اگر بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دی جس میں اس کے ساتھ وطی نہیں کی تو یہ شرعی طلاق ہے وہ لازم ہو جاتی ہے جیسے بھی واقع کرے خواہ ایک طلاق دے یا دو اور تین اکٹھی طلاقیں دے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وَخَالَفَهُمْ اَبُوْمُحَمَّدِ بْن حَزْمٍ فِیْ ذٰلِکَ فَاَبَاحَ جَمْعَ الثَّلَاثِ وَاَوْقَعَهَا۔“

(اغاثة اللهفان :۱/۳۲۹)

اہل ظاہر کے ساتھ امام ابو محمد بن حزم نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کیوں کہ ابن حزم اکٹھی تین طلاقوں کو جمع کرنے اور ان کے وقوع کے جواز کے قائل ہیں۔

شیخ یحی عارفی غیر مقلد نے اعتراف کیا ہے کہ ابن حزم ظاہری تین طلاقوں کے وقوق کے قائل ہیں۔ ہم نے مقدمہ میں یہ حوالہ عارفی صاحب کی کتاب ”تحفۂ احناف صفحہ ۲۸۵“ سے نقل کر دیا ہے۔

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”موصوف داؤد کے طریق پر چلنے والوں نے متعدد امور میں امام داؤد سے اختلاف کر رکھا ہے مثلاً امام ابن حزم نے طلاق کے زیر بحث مسئلہ ہی میں داؤد ظاہری سے اختلاف کیا ہے۔“

(تنویر الآفاق صفحہ ۲۹۶)

امام بیہقی رحمہ اللہ (وفات ۴۵۸ھ)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے باب قائم فرمایا:

”بَابُ مَاجَآءَ فِیْ اِمْضَاءِ الطَّلَاقِ الثَّلَاثِ وَاِنْ کُنَّ مَجْمُوْعَاتٍ“

(سنن الکبری بیہقی: ۷/۳۳۳)

ترجمہ: یعنی تین طلاقوں کو جاری کر دینا اگرچہ وہ تینوں اکٹھی دی گئی ہوں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاحْتَجَّ الشَّافِعِیُّ اَیْضًا بِحَدِیْثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَیْسٍ اَنَّ اَبَا عَمْرِوبْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا

اَلْبَتَّۃَ ثَلَاثًا۔“

ترجمہ: نیز امام شافعی رحمہ اللہ نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ ابو عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو پکی طلاق یعنی تین طلاقیں دی۔

(سنن بیہقی ۷/۵۳۸)

امام بیہقی رحمہ اللہ حدیث رکانہ (احمد) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے حجت قائم نہیں ہو سکتی۔(سنن الکبری:۷/۲۳۹)

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اس روایت کی تخریج نہیں کی محض اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ کی جملہ صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔(محصلہ سنن الکبری:۷/۲۲۷)

امام قرطبی رحمہ اللہ (وفات ۶۷۱)

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَقَوْلُہٗ (وَاِنْ کُنْتَ طَلَّقْتَ ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَیْکَ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَکَ وَ عَصَیْتَ اللّٰہَ) دَلِیْلٌ عَلٰی اَنَّ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ مِنْ کَلِمَۃٍ وَّاحِدَۃٍ مُحَرَّمٌ لَازِمٌ اِذَا وَقَعَ وَھُوَ مَذْھَبُ الْجُمْھُوْرِ“

(المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم:۱۳/۷۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ ”اگر تو نے اکٹھی تین طلاقیں دیں تو بیوی تجھ پر حرام ہے جب تک دوسرے آدمی سے نکاح نہ کرے اور تو نے اللہ کی نافرمانی کی ہے“ دلیل ہے اس بات پر کہ ایک کلمہ کے ساتھ ساتھ اکٹھی تین طلاقیں دینا حرام ہے لیکن اس کے باوجود طلاق لازم ہو جاتی ہے جمہور کا مذہب یہی ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

”وَجُمْھُوْرُ السَّلَفِ وَالْاَئِمَّۃِ اَنَّہٗ لَازِمٌ وَاقِعٌ ثَلَاثًا وَلَا فَرْقَ بَیْنَ اَنْ یُّوْقَعَ مُجْتَمِعًا فِیْ کَلِمَۃٍ اَوْ مُفَرَّقًا فِیْ کَلِمَاتٍ غَیْرَ اَنَّھُمْ اخْتَلَفُوْا فِیْ جَوَازِ اِیْقَاعِہٖ۔“

(المفهم لما اشكل من تلخيص كتاب مسلم:۱۳/۷۶)

ترجمہ: جمہور سلف و ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں لازم اور واقع ہو جاتی ہیں اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ یہ تین طلاقیں اکٹھی ایک کلمہ کے ساتھ دی جائیں یا متفرق کلمات کے ساتھ دی جائیں البتہ جمہور کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے یا حرام ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ (وفات:۶۷۶ھ)

ابوداود: ۱/۳۰۰ باب فی البتۃ میں حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دینے والے سے اس کی نیت کے متعلق پوچھا تھا کہ تو نے ایک ہی کی نیت کی تھی؟

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث سے اکٹھی تین طلاق کے وقوع پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فَهٰذَا دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّهٗ لَوْ اَرَادَ الثَّلَاثَ لَوَقَعْنَ وَاِلَّا فَلَمْ يَكُنْ لِتَحْفِيْهِ مَعْنًى۔“

(شرح مسلم: ۱/۴۷۸)

ترجمہ: پس یہ قسم دینا دلیل ہے کہ اگر حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے تین طلاقوں کا ارادہ کیا ہوتا تو تین واقع ہو جاتیں ورنہ قسم اُٹھوانا بے فائدہ اور بے مقصد ہے۔

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”امام نووی نے ایک وقت کی طلاقِ ثلاثہ کے وقوع پر جمہور کی طرف سے یہ دلیل پیش کی ہے کہ مسائل طلاق بیان کرتے ہوئے قرآن مجید نے کہا کہ: مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔ بقول نووی جمہور نے اس آیت کا مطلب یہ بتلایا ہے کہ حدود اللہ کو توڑ کر بیک وقت طلاق ثلاثہ دینے والوں کو ایسی طلاقیں دے دینے پر بعض اوقات ندامت لاحق ہو سکتی ہے۔ لیکن تینوں طلاقیں واقع ہونے کے سبب تدارک ممکن نہیں رہ جاتا۔ اگر یہ تینوں طلاقیں صرف ایک ہوا کرتیں تو ندامت لاحق ہونے کا سوال ہی نہیں اُٹھتا کیوں کہ ایک مانے جانے کی صورت میں رجوع کر کے ندامت کا تدارک کیا جا سکتا تھا۔ (شرح مسلم للنووی ص ۴۷۸ ج ۱) امام نووی کی اس بات کا حاصل یہ ہے کہ بیک وقت تینوں طلاقیں دے کر

گنجائشِ رجوع ختم کرکے مجال تدارک نہ رکھنے کا کام ظلم وتعدی اور حدودِ الٰہی کی پامالی ہے۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۴۰۰)

تنبیہ: عبارت میں درج آیت صحیح اس طرح ہے:

"مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔"

جب کہ ندوی صاحب نے "لَاتَدْرِی" الفاظ نہیں درج کئے۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ (وفات ۸۵۲ھ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"بَابُ اِمْضَاءِ الطَّلَاقِ الثَّلَاث، بِلَفظٍ وَّاحِدٍ۔

(المطالب العالیۃ:۲۴۸/۵)

ایک لفظ کے ساتھ دی گئی تین طلاقوں کا واقع ہو جانا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تو اس مسئلہ کو اجماعی بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ فتح الباری:۴۵۷/۹ کے حوالہ سے ہماری اسی کتاب میں "اجماع" والے باب میں منقول ہو گا ان شاءاللہ۔

تنبیہ: اسلاف کے موقف پہ مذکورہ بالا اکثر حوالے حضرت مولانا منیر احمد منور دام ظلہ کی کتاب "حرام کاری سے بچئے" سے ماخوذ ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (وفات:۷۴۸)

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام شمس الدین ذہبی باوجود شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے شاگرد اور معتقد ہونے کے اس مسئلہ میں سخت مخالف ہیں۔"

(فتاویٰ ثنائیہ:۲۲۰/۲)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے امام ذہبی رحمہ اللہ کو ائمہ حدیث میں تسلیم کیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"متعدد ائمہ حدیث نے محمد بن اسحاق کو مدلس قرار دیا ہے۔ مثلاً:.... الذہبی... ابن حجر"

(علمی مقالات:۲۷۳/۱)

علی زئی نے سلف صالحین میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نام بھی لکھے ہیں۔ یہ تینوں ائمہ بھی تین طلاقوں کو تین ہی کہتے ہیں جیسا کہ باب نمبر:۴ کے تحت منقول ہے۔

اسلام کی پہلی سات صدیوں کے اسلاف کا مسلک

غیر مقلدین کے "بیہقی وقت" مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اصل بات یہ ہے کہ صحابہ تابعین و تبع تابعین سے لے کر سات سو سال تک سلف صالحین و تابعین و محدثین سے تو تین طلاق کا ایک مجلس میں واحد شمار ہونا ثابت نہیں۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۷)

سلفی نسبت کی لاج رکھیں

ابو حماد عبد الغفار سلفی غیر مقلد نے اہلِ حدیث کے متعلق لکھا:

"ان کا دوسرا نام "سلفی" ہے۔ یہ سلف صالحین کی طرف منسوب ہیں۔"

(اہلِ حدیث کا تعارف صفحہ ۹، جمعیت شبان اہلِ حدیث شنکر نگر)

جناب! جن سلف صالحین کی طرف نسبت کے تم دعوے دار ہو، طلاقِ ثلاثہ میں اُن کا موقف کیا ہے ذرا بتانے کی زحمت کر لیں۔

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"دسویں صدی ہجری سے لے کر آج تک کوئی اکابر نہیں بلکہ سب اصاغر اور عام علماء ہیں لہذا اہلِ حدیث کے خلاف ان لوگوں کے حوالے پیش کرنا بالکل غلط ہے۔"

(علمی مقالات: ۵/۱۱۰)

علی زئی صاحب کے بقول دسویں صدی تک کے علماء کرام اکابر ہیں بعد والے اصاغر۔ سوال یہ ہے کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کے سوا ان دس صدیوں میں کتنے علماء ہیں جن سے صراحۃً تین طلاقوں کو ایک کہنا ثابت ہے؟ دو، چار، چھ، آٹھ، دس..؟؟

اس باب میں ہم نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے تین ہونے پر جن اکابر کے حوالے پیش کئے ہیں، وہ سب دسویں صدی سے پہلے کے ہیں لہذا علی زئی اصول کے مطابق بھی یہ حوالے غیر مقلدین کے خلاف پیش کرنے درست ہیں۔

باب نمبر: ۶

محدثین کرام کا مسلک

میری معلومات کے مطابق محدثین میں کچھ مجتہد ہیں اور کچھ مقلد۔ مجھے کسی محدث کے بارے یہ نہیں مل سکا کہ اس میں اجتہاد کی صلاحیت بھی نہ تھی اور تقلید بھی نہیں کرتا تھا یعنی اجتہاد کی نعمت سے محروم ہو کر بھی وہ تقلید سے بیزار غیر مقلد ہو۔

مگر غیر مقلدین اپنی تقریر و تحریر میں کہا کرتے ہیں کہ محدثین کرام "غیر مقلد" تھے۔ اُنہوں نے کسی امام کی تقلید کی بجائے صرف اور صرف قرآن وحدیث ہی کے مسائل اختیار کیے ہیں۔

علامہ وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"محدثین کسی کے مقلد نہیں، نہ تعصب رکھتے ہیں۔"

(رفع العجاجۃ عن سنن ابن ماجۃ: ۱/۳۶)

ابو الاشبال شاغف غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ائمہ محدثین نہ تو کسی امام کے مقلد تھے اور نہ ان کو کسی سے بغض و عناد تھا بلکہ وہ حق کے متلاشی تھے اور حق کو کتاب و سنت کے اندر تلاش کرتے تھے۔"

(مقالاتِ شاغف صفحہ ۱۸۷)

شاغف صاحب محدثین کے بارے میں آگے لکھتے ہیں:

"ان میں سے کوئی کسی کا مقلد نہیں تھا.... محدثین کرام کو مقلد کہنے والا بروز قیامت سزا کا مستحق ہو گا"

(مقالاتِ شاغف صفحہ ۱۸۷)

شیخ یحیٰ عارفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام مسلم سمیت دیگر محدثین پر تقلید کا لیبل ظلم عظیم ہے۔"

(تحفۂ احناف صفحہ ۳۵۴)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ثقہ و صحیح العقیدہ محدثین میں سے کسی ایک کا بھی مقلد ہونا ثابت نہیں ہے۔"

(علمی مقالات: ۱/ ۴۸۴)

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

"ایک محدث بھی مقلد نہیں تھا۔"

(اوکاڑوی کا تعاقب صفحہ ۵۲)

علی زئی صاحب نے یہ بھی کہا:

"محدثین کرام جو فہم حدیث کے سب سے زیادہ ماہر تھے۔"

(توضیح الاحکام: ۳/ ۱۸۹)

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

"جس طرح جوہر کے بارے میں جوہری، طب کے بارے میں طبیب، انجن کے بارے میں انجینئر وغیرہ کی بات تسلیم کی جاتی ہے، اسی طرح حدیث کے بارے میں اہل الحدیث (محدثین) کی بات حجت ہے فن میں فن والے کی بات ہی مانی جاسکتی ہے دوسرے کی نہیں"

(علمی مقالات: ۲/ ۶۵)

مولانا داود راز غیر مقلد لکھتے ہیں:

"مسلک محدثین بحمدہ تعالی... خالص اسلام کی ترجمانی کرتا ہے۔"

(شرح بخاری اردو مترجم: ۱/ ۲۲۵)

مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اصل امت کے فقہاء ہی محدثین ہیں۔"

(تحفہ حنفیہ صفحہ ۴۸۷، نعمانی کتب خانہ لاہور، تاریخِ اشاعت: اپریل/ ۲۰۰۶ء)

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد نے ابو الاعلی مودودی کی تردید کرتے ہوئے لکھا:

"حجامت اور لباس کے متعلق جو احادیث آئی ہیں ان کے متعلق محدثین پر سخت حملہ کیا

ہے کہ وہ ان کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکے۔ لباس وضع قطع شریعت میں داخل نہیں بلکہ عادت کی قسم ہیں۔"

(مودودیت اور احادیثِ نبویہ صفحہ ۱۲)

روپڑی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"غرض محدثین کی فقیہانہ نظر کا مقابلہ مشکل ہے کیوں کہ ان کی فقیہانہ نظر کا میدان خدائی واقعات کی تصویر ہے۔"

(مودودیت اور احادیث نبویہ صفحہ ۱۳۵)

غیر مقلدین کے ہاں محدثین کرام چوں کہ قرآن و حدیث کے پیرو ہیں۔ اس لیے انہیں اعتراف کرنا چاہیے کہ محدثین کرام نے تین طلاق کو تین قرار دینے میں قرآن و حدیث پر عمل کیا ہے۔ نیز چوں کہ وہ محدثین کو "غیر مقلدین" کہا کرتے ہیں، اس لیے "طلاقِ ثلاثہ" کے بارے میں محدثین کے مسلک کو اپنے دعوے کے مطابق غیر مقلدانہ مسلک کے طور پر پیش کیا کریں۔

مزید یہ کہ روپڑی صاحب کے بقول محدثین کے متعلق یوں کہنا کہ "وہ حدیثوں کا صحیح مطلب نہیں سمجھ سکے" ان محدثین پر حملہ ہے۔ طلاقِ ثلاثہ کی بابت وضاحت مطلوب ہے کہ محدثین نے احادیث کا مطلب کیا سمجھا تین کا تین ہونا یا ایک؟ جو یہ کہے کہ مسئلہ تین طلاق میں محدثین حدیثوں کا مطلب صحیح نہیں سمجھ سکے، وہ روپڑی صاحب کے بقول اُن پر حملہ آور ہے ناں؟

روپڑی صاحب کی تصریح کے مطابق "محدثین کی فقیہانہ نظر خدائی واقعات کی تصویر ہے" تو محدثین کا تین طلاق کو تین کہنا بھی روپڑی اصول کی بناء پر خدائی واقعات کی تصویر ہو گا۔

تین طلاق کے تین ہونے پر بہت سے محدثین کے حوالہ جات پچھلے باب "باب :۵ سلف صالحین کا مسلک" میں منقول ہو چکے ہیں کچھ حوالہ جات اس باب میں پیش کئے جاتے ہیں۔

غیر مقلدین کا محدثین کو اپنا ہم نوا کہنا "سخت مغالطہ" ہے

غیر مقلدین کے "بیہقی وقت" مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"محدثین کی طرف مجلس واحد میں تین طلاق کو ایک شمار کرنے کی نسبت میں بھی کلام

ہے یہ سخت مغالطہ ہے۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۲۱۷)

امام مسروق رحمہ اللہ (وفات ۶۲ھ)

عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ فِيْمَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ ثَلَاثًا وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا قَالَ لَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ وَاِذَا قَالَ اَنْتِ طَالِقٌ ،اَنْتِ طَالِقٌ ،اَنْتِ طَالِقٌ بَانَتْ بِالْاُوْلٰى وَلَمْ يَكُنِ الْاُخْرَيَانِ بِشَيْءٍ۔

(سنن سعید بن منصور: ۱/ ۳۰۴)

شعبی کہتے ہیں کہ مسروق نے کہا جو اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہیں جب تک دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے اور اگر اس نے کہا تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے تو پہلی طلاق کے ساتھ خاوند سے جدا ہو جائے گی اور آخری دو طلاقیں لغو ہیں۔

امام طحاوی رحمہ اللہ (وفات ۳۲۱ھ)

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقوں کے واقع ہونے پر لوگوں سے خطاب کیا تو فَلَمْ يُنْكِرْهُ عَلَيْهِ مِنْهُمْ مُنْكِرٌ صحابہ میں سے کسی نے ان پر انکار نہیں کیا۔

(طحاوی: ۲/ ۳۴)

امام طحاوی کے محدث ہونے کو غیر مقلدین بھی تسلیم کرتے ہیں مثلاً شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"درج ذیل محدثین... علامہ نووی... طحاوی... بیہقی۔"

(نور العینین صفحہ ۱۲۶ طبع ۲۰۰۶)

علامہ ابن البطال رحمہ اللہ (وفات ۴۴۹ھ)

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اِتَّفَقَ اَئِمَّةُ الْفَتْوٰى عَلٰى لُزُوْمِ اِيْقَاعِ الطَّلَاقِ فِيْ كَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ۔

اکٹھی تین طلاق کے وقوع کے لازم ہونے پر ائمہ فتویٰ کا اتفاق ہے۔

(شرح صحیح بخاری لابن البطال: ۷/ ۳۹۰)

امام ابن رشد رحمہ اللہ (وفات ۵۲۰ھ)

امام ابن رشد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"لَایَجُوْزُ عِنْدَ مَالِکٍ اَنْ یُّطَلِّقَهَا ثَلَاثًا فِیْ کَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ فَاِنْ فَعَلَ لَزِمَهٗ ذٰلِکَ وَهُوَ مَذْهَبُ جَمِیْعِ الْفُقَهَاءِ وَ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ۔

(المقدمات الممهدات لابن رشد صفحہ ۵۲۰)

ترجمہ: ایک کلمہ کے ساتھ اکٹھی تین طلاق دینا امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں تاہم اگر کوئی اس طرح تین طلاقیں اکٹھی دے دے تو وہ لازم ہو جاتی ہیں اور تمام فقہاء اور جمہور علماء کا مذہب یہی ہے۔

امام ابن العربی رحمہ اللہ (وفات ۵۴۳ھ)

امام ابن العربی رحمہ اللہ حدیث ابی الصہباء کے جواب میں لکھتے ہیں:

"اِنَّهٗ مُنْبِئُکُمْ اَنَّ عُمَرَ رَدَّهٗ اِلَی الْاِمْضَاءِ وَمَاذَا تُرِیْدُوْنَ مِنْ حَدِیْثٍ رَدَّهٗ عُمَرُ والصَّحَابَةُ مُتَوَافِرُوْنَ فَلَمْ مِنْهُمْ مَنْ رَدَّ عَلَیْهِ۔

طلاق ثلاث والی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو رد کر دیا اور تین طلاقوں کو نافذ کر دیا اور تم اس حدیث کو کیوں لیتے ہو جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رد کر دیا حالاں کہ صحابہ کافی تعداد میں موجود تھے ان میں سے کسی ایک نے بھی حضرت رضی اللہ عنہ کی تردید نہیں کی۔

(عارضۃ الاحوذی شرح الترمذی: ۱/ ۱۱۵)

معلوم ہوا کہ امام ابن العربی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی دور عمری میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تین طلاقوں کے نفاذ پر اجماع ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ (وفات: ۵۴۴)

قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" وَمَاجَاءَ فِی الْحَدِیْثِ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ مَا عَدَا مَا وَصَفَ فِیْهِ طَلَاقُ بِدْعَةٍ لٰکِنْ اَجْمَعَ اَئِمَّةُ الْفَتْوٰی عَلٰی لُزُوْمِهٖ اِذَا وَقَعَ "

(حوالہ؟)

ترجمہ: جو کچھ حدیث میں ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حدیث میں بیان کردہ طریقہ طلاق کے ماسوا غیر شرعی طلاق ہے لیکن ائمہ فتویٰ کا اس کے لازم اور واقع ہونے پر اجماع ہے۔

امام عبد السلام رحمہ اللہ (وفات: ۶۵۳ھ)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے جد امجد علامہ مجد الدین ابو البرکات عبد السلام رحمہ اللہ اکٹھی تین طلاقوں کے واقع ہو جانے کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ نقل کر کے لکھتے ہیں:

"وَ هٰذَا كُلُّهٗ يَدُلُّ عَلٰى اِجْمَاعِهِمْ عَلٰى صِحَّةِ وُقُوْعِ الثَّلَاثِ بِالْكَلِمَةِ الْوَاحِدَةِ۔

(المنتقی باخبار المصطفٰی: ۲/ ۶۰۲)

ترجمہ: یہ تمام فتاویٰ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اکٹھی تین طلاق کے وقوع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ (وفات: ۶۸۲)

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا قَالَ لِامْرَأَتِهٖ اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَهِیَ ثَلَاثٌ وَاِنْ نَوٰی وَاحِدَةً لَا نَعْلَمُ فِيْهِ خِلَافًا۔"

(المغنی ابن قدامہ: ۱۶/ ۴۷۳)

ترجمہ: جب کوئی شخص اپنی بیوی کو کہے "تجھے تین طلاقیں" ہیں تو یہ تین طلاقیں ہوں گی اگرچہ ایک طلاق کی نیت کی ہو۔ اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۹۵ھ)

عبد الرحمن بن احمد ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ (وفات: ۷۹۵ھ) کہتے ہیں:

”لَا نَعْلَمُ مِنَ الْاَئِمَّةِ اَحَدًا خَالَفَ فِیْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ مُخَالِفَةً ظَاهِرَةً وَّلَا حُكمًا وَّلَا قَضَاءً وَّلَا عِلْمًا وَّلَا اِفْتَاءً۔

(الاشفاق صفحہ ۶۳)

ترجمہ: اماموں میں سے ہم کسی کو نہیں جانتے جس نے اس مسئلہ میں قضاء، فیصلہ، علم اور فتوی دینے میں واضح مخالفت کی ہو۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ (وفات: ۹۲۳ھ)

امام قسطلانی رحمہ اللہ تین کو ایک سمجھنے والوں کے مذہب کے متعلق لکھتے ہیں:

”بِاَنَّهٗ مَذْهَبٌ شَاذٌ فَلَا يُعْمَلُ بِهٖ اِذْ هُوَ مُنْكَرٌ۔

(ارشاد الساری: ۸/ ۱۵۷)

یہ مذہب شاذ و منکر ہے اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔

علامہ زرقانی رحمہ اللہ (وفات: ۱۱۲۲ھ)

رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے ”رکانہ کی حدیث البتہ اور ایک ساتھ دی ہوئی تین طلاقوں والی حدیث“ کے بارے میں لکھا:

”مالکیہ کے ترجمان خاص زرقانی نے دونوں حدیثوں کو اپنے خلاف محسوس کر کے کہہ دیا کہ چوں کہ دونوں حدیثوں میں تعارض ہے اس لیے اصول تعارضا تساقطا کے تحت دونوں ساقط الاعتبار ہیں۔شرح مؤطا للزرقانی ص۳۶ج۳۔“(تنویر الآفاق صفحہ ۳۹۰)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ علامہ زرقانی رحمہ اللہ تین طلاقوں کو ایک نہیں مانتے۔

سات سو سال کے محدثین کا مسلک

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اصل بات یہ ہے کہ صحابہ تابعین و تبع تابعین سے لے کر سات سو سال تک سلف صالحین و تابعین و محدثین سے تو تین طلاق کا ایک مجلس میں واحد شمار ہونا ثابت نہیں۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۲۱۷)

مذاہب اربعہ کے محدثین

مذاہب اربعہ (حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) میں سینکڑوں محدثین ہیں الحمد للہ۔ مذاہب اربعہ والے ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی مانتے ہیں۔ چنانچہ رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مدیر تجلی کے تقلیدی مذہب میں ایسی طلاقیں تین شمار ہوتی ہیں۔ مدیر تجلی کے اس موقف کو مذاہب اربعہ کی حمایت حاصل ہے اس لیے اپنے تقلیدی موقف کو ثابت کرنے کے لیے موصوف کو مذاہب اربعہ کی کتابوں سے کافی مواد بھی حاصل ہو گیا ہے۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۳۱۳)

غیر مقلدین کے ”بقیۃ السلف، مولانا حافظ“ محمد الیاس اثری لکھتے ہیں:

”احناف، شوافع، موالک اور حنابلہ وغیرہ سب کا خیال ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہیں۔“

(تقریظ احسن الابحاث صفحہ ۸)

ملاحظہ: اس باب میں محدثین کے مسلک کو بیان کرتے ہوئے جو عربی عبارتیں منقول ہیں، یہ زیادہ تر حضرت مولانا محمد منیر احمد منور دام ظلہ کی کتاب ”حرام کاری سے بچئے“ سے لی ہیں یہاں تک کہ اکثر عبارات کا ترجمہ، بلکہ بیشتر محدثین کے سنین وفات بھی وہیں سے نقل کئے ہیں۔

تین کو ایک کہنے میں محدثین کی طرف غلط نسبت

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”متاخرین علماء اہلِ حدیث عموماً شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد ابن قیم کے معتقد ہیں اس لیے وہ بے شک اس مسئلہ میں شیخ الاسلام سے متفق ہیں اور وہ اسی کو محدثین کا مسلک بتاتے ہیں اور مشہور کر دیا گیا ہے کہ یہ مذہب محدثین کا ہے اور اس کا خلاف مذہب حنفیہ ہے۔ اس لیے ہمارے اصحاب فوراً اس کو تسلیم کر لیتے ہیں اور اس کے خلاف کو رد کر دیتے ہیں حالاں کہ یہ فتویٰ یا مذہب آٹھویں صدی ہجری میں وجود میں آیا ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۲۱۹)

درج ذیل ائمہ حدیث کی بابت اک سوال

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"متعدد ائمہ حدیث نے محمد بن اسحاق کو مدلس قرار دیا ہے۔ مثلاً:.... الذہبی ... ابن حجر ... الہیثمی ... السیوطی ... ابن خزیمہ ... ابن حبان ... العلائی۔"

(علمی مقالات:۱/ ۲۷۳)

علی زئی صاحب نے لکھا:

"ائمہ حدیث ... مثلاً ... ابن الترکمانی الحنفی ... ابن رجب ... النووی ... قسطلانی ... عینی ... کرمانی۔"

(علمی مقالات:۱/ ۲۶۵)

مذکورہ عبارتوں میں جنہیں ائمہ حدیث قرار دیا ہے ان میں سے مسئلہ تین طلاق کی بابت کس کا موقف غیر مقلدین کی طرح تین کو ایک کہنے کا ہے؟

محدثین سے اعلانِ براءت

غیر مقلدین نے پہلے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اعلانِ براءت کیا ہم فاروقی نہیں کہ ان کی پیروی میں تین طلاقوں کو تین مان لیں۔ اب محدثین اور سنیوں سے بھی کنارہ کشی کا اعلان کر دیا۔

چنانچہ خواجہ محمد قاسم غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ہم لوگ اہلِ حدیث یا دوسرے لفظوں میں اہلِ سنت ہیں۔ اہلِ محدثین یا اہلِ سببیدہ نہیں۔"

(تین طلاقیں ایک وقت میں ایک ہوتی ہے صفحہ ۶۱)

غیر مقلدین اگر فاروقی نہیں، اہلِ محدثین نہیں اور اہلِ سنیین بھی نہیں تو امت کے کس طبقہ سے جڑے ہوئے ہیں؟ مرزائیوں اور شیعوں سے یا کس سے؟ وہ خود ہی بتادیں۔

(جاری)

مولانا عادل زمان فاروقی فاضل فاروقیہ کراچی

عقیدہ حیات النبی ﷺ پر مماتیوں کا ایک اعتراض اور اس کا اصولی جواب

عقیدہ حیات النبی ﷺ اہل السنت والجماعت کا مسلمہ عقیدہ ہے پوری امت نے ہر دور میں اس مبارک عقیدہ کو اپنی کتب کی زینت بنایا ہے اور اس کو اہل السنت والجماعت کے اجماعی عقائد میں شمار کیا ہے۔ کبھی اہل السنت میں سے کسی بھی مفسر محدث فقیہ متکلم نے اس عقیدے کا انکار نہیں کیا ہے۔ اکابر علماء دیوبند کے ہاں بھی یہ عقیدہ اجماعی رہا ہے کسی نے بھی اس عقیدے کا انکار نہیں کیا ہے اس پر حضرات اکابر کی کتب شاہد وعادل ہے۔

1957ء میں عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب نے امت میں پھوٹ ڈالی اور اس مبارک عقیدے کا انکار کیا امت مسلمہ میں شکوک وشبہات کو پروان چڑایا یہ ایک ایسا گروہ اور جماعت معرض وجود میں آئی جس کے سامنے قرآن کریم کی آیات مبارکہ ہوں احادیث مبارکہ ہوں یا عبارات اکابر ہوں یہ ان کی من مانی تشریحات کرتے ہیں اور مسلمانوں میں گمراہی کو فروغ دیتے ہیں قرآن فہمی کا دعوی کرتے ہیں کہ قرآن صرف اسی طبقے نے سمجھا ہے چودہ سو سالہ تاریخ میں اور کوئی نہیں سمجھا ہے فہم سلف سے مسلمانوں کو بد ظن کرتے ہیں سادہ لوح مسلمانوں کو اپنی خود ساختہ تشریح میں الجھائے رکھتے ہیں کہ حقیقت ان پر آشکارا نہ ہو جب بھی آپ ان کے سامنے قرآن کی آیت پڑھیں گے اس کی تشریح مفسرین سے دکھائیں گے تو یہ آگے سے من مانی تشریح کرتے ہیں بلکہ ان کے بارے میں محقق العصر حضرت علامہ مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ کی بات حوالہ قرطاس کروں گا فرماتے ہیں کہ غلط بیانی دھوکہ دہی اور تلبیسات وتحریفات قرآن وحدیث اور اقوال سلف صالحین کی تاویلات فاسدہ کرنے میں یہ لوگ مہارت تامہ اور ید طولی رکھتے ہیں {منکرین حیات قبر کی خوفناک چالیں) اور یہ لوگ اپنی نسبت بھی اہل السنت والجماعت احناف دیوبند کی طرف کرتے ہیں اپنے باطل نظریات کو فروغ دینے کے لیے یہ ان باطل حربوں کو استعمال کرتے ہیں ہمارے بعض حضرات جو اکابر کی کتب کا مطالعہ نہیں کرتے وہ ان کی پیش کردہ تشریح پر اعتماد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں ان کے پاس بھی قرآن کی آیات ہیں دیکھو جی قرآن کی آیت پڑھ رہا ہے ہمیں ان کے قرآن پڑھنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے ہم صرف یہی کہتے ہیں کہ قرآن کو فہم سلف کی روشنی میں سمجھو قرآن کی جو تفسیر مفسرین نے کی ہے اس کے مطابق اپنا عقیدہ بنانا چاہیے یہ پہلے اپنا ایک عقیدہ بناتے ہیں

پھر قرآن کی آیات کی تشریح کو توڑ موڑ کر پیش کرتے ہیں یہ قرآن کے نام پر دھوکہ دیتے ہیں دجل و فریب سے کام لیتے ہیں جب ہم ان کے سامنے قرآن کی آیات پیش کرتے ہیں اس کی تفسیر مفسرین سے دکھاتے ہیں تو آگے سے کہہ دیتے ہیں کہ تم قیاس کرتے ہو عقائد قیاس سے ثابت نہیں ہوتے قیاس نہ کرو یہ ہمیں مورد الزام ٹھراتے ہیں یہ طبقہ، الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق ہیں قرآن کریم آیت مبارکہ: ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا یشعرون (سورہ بقرہ آیت نمبر 154) پیش کرتے ہیں اس سے حیات النبی ﷺ دلالت النص کے طور ثابت ہو رہی ہے میں یہاں پر صرف ایک تفسیر پیش کروں گا ورنہ تفاسیر اس قدر ہیں کہ یہاں پر ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ علماء دیوبند کی مسلمہ تفسیر، تفسیر احکام القرآن میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

فلیس الشھید باولی من النبی وان نبی اللہ حی یرزق فی قبرہ کما ورد فی الحدیث

(احکام القرآن، للتھانوی رحمہ اللہ جلد1 صفحہ 92)

شہید نبی سے بڑھ کر نہیں ہے اللہ کے نبی اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

اس میں شہید کی حیات کو ذکر کیا ہے شہید چھوٹے درجے والا ہے اور نبی بڑے درجے والا ہے۔ جب چھوٹے درجے والا زندہ ہے تو نبی بڑے درجے والا وہ اس سے بڑھ کر زندہ ہے شہید مقام و مرتبہ میں نبی سے اعلیٰ نہیں ہے۔ ایک ہے رتبہ ملنا اور ایک ہے کسی کی وجہ سے ملنا جس کو رتبہ ملا ہے وہ زندہ ہے تو جس کی وجہ سے ملا ہے وہ زندہ کیوں نہیں ہے۔ جس آدمی نے اپنی ایک چیز اللہ کے راستے میں پیش کی وہ زندہ ہے نبی کی بارے میں ہے قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العملین (سورۃ الانعام، آیت نمبر،162) کہہ دیجئے میری نماز اور میری قربانی میری زندگی اور موت اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کے پالنے والے ہیں. انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین، یہاں پر شہید کا تیسرا نمبر ہے جب یہ زندہ ہے تو نبیین، کا پہلا درجہ ہے تو وہ بڑھ کر زندہ ہے ایک ہے مقتول فی سبیل اللہ اور ایک ہے مقتول فی اللہ شہید مقتول فی سبیل اللہ ہے اللہ کے راستے کو دیکھ کر اپنی جان پیش کرتا ہے اور نبی مقتول فی اللہ ہے نبی اللہ کی ذات کو دیکھ کر اپنی زندگی پیش کرتا ہے۔ مقتول فی سبیل اللہ زندہ ہے تو مقتول فی اللہ بڑھ کر زندہ ہے۔

مماتی حضرات اصول سے بالکل نابلد ہیں قرآن فہمی کا محض دعوی ہے اگر منکرین حیات النبی ﷺ صرف اصول الشاشی، منتخب حسامی، نور الانوار، کتابوں کو بھی سمجھ کر پڑھ لیں تو انہیں قیاس اور دلالۃ النص میں فرق واضح ہو جائے گا قیاس اور چیز ہے اور دلالۃ النص اور چیز ہے مناسب ہے کہ یہاں پر کیفیت دلالت کی اقسام اور قیاس کی تعریف کو قلمبند کر دیا جائے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو کس قسم کی دقت پیش نہ آئے۔ کیفیت دلالت کے لحاظ سے لفظ کی چار اقسام ہیں۔

(1):عبارۃ النص

(2):اشارۃ النص

(3):دلالۃ النص

(4):اقتضاء النص

(1):عبارۃ النص کی تعریف: ماسیق الکلام له وارید به قصدا ،(منتخب الحسامی، ص،48) ترجمہ: جس معنی پر دلالت کرنے کے لیے کلام کو قصدا اور ارادۃ لایا جائے وہ عبارۃ النص ہے۔

(2): اشارۃ النص کی تعریف: ماثبت بالنظم وماسیق الکلام له (منتخب الحسامی، ص،49) ترجمہ: ایسا معنی جو لفظ سے ثابت ہو اس کے لیے کلام کو قصدا نہ لایا گیا ہو۔ ان دونوں کا حکم یہ ہے کہ یثبت الحکم بھا قطعا اذا تخلت عن العوارض الخارجیه ، (منتخب الحسامی، ص،49) ترجمہ: حکم قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے جب کہ وہ خارجی عارض سے خالی ہو۔ عبارۃ النص اور اشارۃ النص دونوں کا حکم یکساں ہے البتہ اگر دونوں میں تعارض پیش آجائے تو عبارۃ النص کو ترجیح حاصل ہو گی۔

(3): دلالۃ النص کی تعریف: ماثبت بمعنی النص لغة لا استنباطا بالرأی،(منتخب الحسامی، ص،55) ترجمہ: وہ حکم جو نص کے معنی سے لغت کے طور پر ثابت ہو اجتہاد و استنباط کے طریقے سے معلوم نہ ہو۔ یہاں پر دلالۃ النص کی مثال ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ مسئلہ نکھر کر سامنے آجائے۔ قرآن کریم میں ہے۔ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلھما فلا تقل لھمآ اف ولا تنھر ھما وقل لھما قولا کریما (سورہ اسراء،:23) ترجمہ: اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اگر تیرے اس ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں ہی بڑی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہنا اور انہیں جھڑکنا

بھی مت بلکہ ان سے بڑے احترام سے بات کرنا۔ والدین کو اف کہنے اور جھڑکنے کی حرمت تو عبارۃ النص سے ثابت ہے البتہ ضرب و شتم کی حرمت دلالۃ النص سے ثابت ہے۔ دلالۃ النص کا حکم یہ ہے کہ عموم الحکم المنصو ص علیه لعموم علته ، (اصول الشاشی، ص،90) ترجمہ: علت کے پائے جانے کی صورت میں منصوص علیہ والا حکم بھی پایا جائے گا. جیسے کلمہ اف یہ منصوص ہے اور اس کی علت ایذاء ہے لہذا جو بھی چیز ایذاء کا سبب ہو گی وہ اس حرمت والے حکم میں داخل ہو گی۔

(4) اقتضاء النص کی تعریف: اما المقتضی فزیادۃ علی النص ثبت شرطا لصحۃ المنصوص علیه لما لم یستغن عنه (منتخب الحسامی، ص، 51) ترجمہ: نص کے معنی میں ایسا اضافہ کرنا جس کا نص خود تقاضہ کرے کیوں کہ اس اضافہ کے بغیر نص کے معنی کی درستی نہ ہو سکے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یثبت الحکم بطریق الضرورۃ فیقدر الضرورۃ (اصول الشاشی، ص، 96) ترجمہ: اقتضاء النص کا حکم ضرورت کے تحت ثابت ہوتا ہے اس لیے وہ حکم بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت ہی ثابت ہو گا۔ اس کے بعد قیاس کی تعریف بھی حوالہ قرطاس کرتا ہوں تاکہ دلالۃ النص اور قیاس میں فرق واضح ہو جائے۔

قیاس کی تعریف: القیاس الشرعی ھو ترتب الحکم فی غیر المنصوص علیه علی معنی ھو علة لذلک الحکم فی المنصوص علیه (اصول الشاشی۔ ص، 251) ترجمہ: منصوص علیہ (جس چیز کا حکم نص سے ثابت ہو) کے حکم کو علت اور معنی جامع کی بنیاد پر غیر منصوص علیہ (جس کا حکم نص سے ثابت نہ ہو) میں ثابت کرنے کا نام قیاس ہے۔ قیاس کی تعریف میں بنیادی طور پر چار چیزوں کا جاننا ضروری ہے جنہیں ارکان قیاس کہا جاتا ہے۔: قیاس کے ارکان چار ہیں:

(1): اصل

(2): فرع

(3): علت

(4): حکم

(1): اصل: ھو الحکم الثابت فی مو ضع النص، (المیزان فی اصول الفقہ ص: 357) ترجمہ: وہ حکم جو نص (قرآن کریم، سنت رسول اور اجماع امت) کے ذریعے سے ثابت ہو۔

(2):فرع:هو الشی ء الذی طلب حکمه بالتعلیل ،(المیزان فی اصول الفقہ ص:357)ترجمہ:وہ چیز جس کا حکم قیاس کے ذریعے طلب(معلوم) کیا جائے۔

(3):علت: ما اثرت حکما شرعیا (المیزان فی اصول الفقہ ص:357)ترجمہ:ایسا وصف جو شرعی حکم کو (کسی اور چیز میں) ثابت کرنے میں مئوثر ہو۔

(4): حکم: تعدیة الحکم النصوص الی غیر المنصوص لاجل علة مشترکة لیصیر حکمها واحد۔ ترجمہ:علت مشترکہ کی وجہ سے منصوص والا حکم غیر منصوص میں ثابت کیا جائے تاکہ دونوں کا حکم ایک ہو جائے۔ کیفیت دلالت کے لحاظ سے لفظ کی اقسام اور قیاس کے متعلقہ ابحاث کو قلمبند کیا جس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ دلالۃ النص اور چیز ہے اور قیاس اور چیز ہے اگر ان کتب میں یہ بات سمجھ نہیں آرہی تو استاذ المکرم متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کی کی کتاب،اصول فقہ،کا مطالعہ کرلیں۔

آخر میں منکرین حیات النبی ﷺ، کو ایک دعوت فکر دیتا ہوں کہ خدارا اس دجل و فریب سے توبہ کرو اپنی من مانی تفسیر کرنا چھوڑ دو قرآن کو فہم سلف کی بنیاد پر سمجھو اور مسلمہ عقیدہ کے حوالے سے شکوک و شبہات پیدا نہ کرو اللہ تعالی کے دربار میں پیش ہونا ہے اللہ جل مجدہ سے دعا ہے کہ ہمیں اہل السنت والجماعت احناف دیوبند کے عقائد و نظریات پر کاربند فرمائے!آمین

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ

خدماتِ البانی، غیر مقلدین کی زبانی

حدیث کے ردو قبول میں من مانیاں

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"معلوم ہوا کہ البانی صاحب کسی طبقاتی تقسیم مدلسین کے قائل نہیں تھے بلکہ وہ اپنی مرضی کے بعض مدلسین کی معنعن روایات کو صحیح اور مرضی کے خلاف بعض مدلسین (یا ابریاء من التدلیس) کی معنعن روایات کو ضعیف قرار دیتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کا کوئی اُصول یا قاعدہ نہیں تھا۔"

(علمی مقالات جلد ۳ صفحہ ۳۱۷)

شیخ ابو الاشبال شاغف غیر مقلد، البانی کے متعلق لکھتے ہیں:

"تصحیح و تضعیف کا اصول بھی ان کے نزدیک من مانا تھا کوئی مسلمہ اصول نہیں تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ کسی حدیث کو ایک جگہ ضعیف قرار دیا تو دوسری جگہ اس کی تصحیح کر دی کسی جگہ کسی راوی کو ثقہ قرار دیا تو دوسری جگہ ضعیف اور اس کی بے شمار مثالیں ان کی تحریروں میں مل سکتی ہیں"

(مقالاتِ شاغف صفحہ ۲۶۷)

سنن اربعہ پر طبع آزمائی

علامہ البانی نے سنن اربعہ کے دو دو حصے کر دیے جو صحیح نسائی۔ ضعیف نسائی، صحیح ترمذی، ضعیف ترمذی۔ صحیح ابو داود، ضعیف ابو داود اور صحیح ابن ماجہ، ضعیف ابن ماجہ کے نام سے شائع ہیں۔ ضعاف کے مجموعہ میں ایک اندازہ کے مطابق قریباً تین ہزار حدیثوں کو شامل کیا۔ البانی کی اس جسارت پر خود ان کے اپنے بھی کچھ نہ کچھ لکھنے پہ مجبور ہو گئے۔ ابو الاشبال شاغف صاحب غیر مقلد نے لکھا:

"شیخ البانی نے بخاری و مسلم کی بعض روایتوں کو سلسلہ ضعیفہ اور موضوعہ میں درج کر

دیا۔ بقیہ کتب ستہ میں سے ۴ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے صحیح اور ضعیف کے نام سے اسناد حذف کر کے شائع کرا دیا۔ جہلاء نے سمجھ لیا کہ آج تک اس ٹکر کا کوئی محدث گزرا ہی نہیں، لہٰذا کسی حدیث کو صحیح ماننے کے لیے شیخ البانی کی تصحیح لازمی ہے"

(مقالاتِ شاغف ص ۳۶۳)

تقویۃ الایمان اوڈانوہ ماموں کانجن کے بزرگ اور غیر مقلدین کے "فضیلہ الشیخ حضرت مولانا حافظ" محمد امین لکھتے ہیں:

"کچھ عرصہ سے اہل حدیث یا محدثین کے نام پر ایک نیا اندازِ فکر متعارف کروایا جارہا ہے۔ جسے اہل ظاہر یا خوارج کا انداز فکر کہا جا سکتا ہے۔ جس میں اعتدال نام کی کوئی چیز نہیں بلکہ انتہا پسندانہ رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔ تشدد کو پسندیدہ خیال کیا جاتا ہے بعض متشددین محدثین کے اصول جنہیں جمہور محدثین نے ترک کر دیا تھا دوبارہ نافذ کیے جارہے ہیں معتبر احادیث کو سند میں معمولی ضعف کی وجہ سے غیر معتبر قرار دے کر ان پر عمل کرنے کو ناجائز قرار دیا جارہا ہے جب کہ جمہور محدثین نے ان احادیث کو شواہد اور قبولیت کی وجہ سے حسن قرار دے کر قابلِ عمل قرار دیا تھا صحاح ستہ میں اس قسم کی احادیث کی عظیم مقدار کو باقاعدہ "ضعاف" کے عنوان سے الگ جمع کر دیا گیا ہے اور عوام الناس کو ان پر عمل نہ کرنے کی تلقین کی جارہی ہے، حالانکہ اصولِ حدیث کے لحاظ سے متاخر محدثین کی تصحیح وتضعیف معتبر نہیں۔"

(نماز کے بعد دعائے اجتماعی صفحہ ۱۲۰)

مسلمہ کتب حدیث پر خنجر آزمائی

ابو الاشبال شاغف بہاری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"کاش البانی صاحب... مسلمہ کتب احادیث پر نقد و تنقید سے پرہیز کرتے تو ان کے حق میں بھی اچھا ہوتا اور دوسروں کے حق میں بھی لیکن تنقید کا تیر کمان سے نکل چکا ہے جس نے دوسروں کو تو زخمی کیا ہی خود تیر چلانے والا بھی زخمی ہوا"

(مقالاتِ شاغف صفحہ ۳۲۲)

مردود قاعدہ کا سہارا

ایک روایت کا مفہوم ہے کہ سجدوں سے فراغت پر جب رکعت کے لیے اٹھیں تو آٹا گوندھنے کی طرح مٹھی بند کر کے اٹھیں۔ زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد اس روایت کی تحقیق میں لکھتے ہیں۔

''ابو اسحاق الحربی کی روایت مذکورہ کا ایک راوی ہیثم بن عمران الدمشقی ہے۔ جسے ابن حبان کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ قرار نہیں دیا۔ لہٰذا یہ راوی مجہول الحال ہے حدیث کے عام طالب عالموں کو بھی معلوم ہے کہ مجہول الحال کی منفرد روایت ضعیف ہوتی ہے... ہیثم بن عمران کی توثیق ثابت کرنے کے لیے شیخ البانی رحمہ اللہ نے جو قاعدہ بنایا ہے وہ کئی وجہ سے مردود ہے مثلاً:......''

(توضیح الاحکام جلد ا صفحہ ۳۸۲)

ثقہ راویوں کو مجہول قرار دینا

شیخ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

''شیخ البانی پر تعجب ہے کہ عجلی، ابن حبان، ابن خزیمہ، ترمذی، اور حاکم کی توثیق کے با وجود مرجانہ مذکورہ کو مجہولہ سمجھتے تھے۔''

(توضیح الاحکام جلد ا صفحہ ۲۶۲)

علی زئی صاحب، ابن ماجہ کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

''اس روایت کے راوی موثر بن عفازہ ثقہ تھے، انہیں امام عجلی، حافظ ابن حبان اور حاکم وغیرھم نے ثقہ قرار دیا ہے، لہٰذا شیخ البانی رحمہ اللہ کا انہیں مجہول قرار دینا غلط ہے۔۔''

(علمی مقالات جلد ۳ صفحہ ۴۴۰)

حدیث پر ہاتھ صاف

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ کا تدلیس کے بارے میں عجیب وغریب موقف تھا... بلکہ شیخ البانی نے ابو قلابہ کی معنعن حدیث پر ہاتھ صاف کر لیا۔ البانی نے کہا: اس کی سند ابو

قلابہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے اور وہ تدلیس کے ساتھ مذکور ہے…“

(علمی مقالات جلد ۳ صفحہ ۳۱۷)

افسانے کی بنیاد پر جرح

شیخ ابو الاشبال شاغف غیر مقلد لکھتے ہیں:

”گویا البانی صاحب نے جو اختلاط کی بنیاد پر اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا وہ صرف افسانوی حد تک ہے۔ اس کی کوئی صحیح بنیاد نہیں، لہذا ان کی تقلید کرنے والے بے عقل ثابت ہوئے“

(مقالاتِ شاغف صفحہ ۲۶۹)

تنبیہ: البانی کی تقلید کرنے والے نام نہاد اہلِ حدیث ہیں جیسا کہ خود شاغف صاحب کی زبانی آگے آرہا ہے۔

بغیر تحقیق کے جرح

شاغف صاحب ہی لکھتے ہیں:

”شیخ البانی نے محض اپنے سے قبل والے بعض علماء کی باتوں پر اعتماد کرتے ہوئے اس حدیث کو مدرج قرار دے کر سلسلہ احادیث ضعیفہ وموضوعہ میں لکھ دیا۔ تحقیق سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔“

(مقالات شاغف صفحہ ۳۶۵)

شاغف صاحب یہ بتادیتے تو اچھا ہوتا کہ بغیر تحقیق کے محض پہلوں پر اعتماد کرتے ہوئے جرح کرنا تقلید کہلائے گا یا کچھ اور؟

البانی کی بات کو ”حرف آخر“ کا درجہ دینا

غیر مقلدین کے اعتراف کے مطابق البانی حدیث میں من مانیاں کرتے ہیں۔ مگر افسوس ان کے حلقہ کے لوگ ان کی بات کو ”حرف آخر“ قرار دیتے ہوئے ان کی تقلید کرتے ہیں۔

چنانچہ شاغف صاحب لکھتے ہیں:

”آج کل جماعت اہلحدیث کی ایک ایسی کھیپ تیار ہو چکی ہے جو ناصر الدین البانی کی تقلید کو واجب سمجھتی ہے اور جو کچھ ناصر الدین البانی نے لکھ دیا ان کے نزدیک حرفِ آخر کی حیثیت سے من وعن قابلِ قبول ہے۔“

(مقالات شاغف صفحہ ۲۶۶)

زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

”شیخ ابن باز کا یہ قول اہلِ حدیث اور شیخ البانی کے اندھا دھند مؤیدین کے خلاف پیش کیا گیا۔“

(علمی مقالات جلد ۴ صفحہ ۲۴۴)

اطلاع: اس موضوع پر ہم نے آئندہ کچھ اور بھی لکھنا ہے، وباللہ التوفیق۔

محترم لئیق رحمانی صاحب حفظہ اللہ

غوث اعظم، مشائخ اہل سنت سے متعلق ایک رضاخانی بڑبولی تحریر کا جواب

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا بھر میں ہزاروں خانقاہیں موجود ہیں اور ان خانقاہوں میں بیٹھنے والے پیران عظام اور سجاد گان کا ایک سلسلہ ہے جو اپنے آباو اجداد اور مرشدان طریقت و شریعت سے تسلسل کے ساتھ جاری ہے اور ان میں اکثر خانقاہوں کے سجاد گان کے عقائد و نظریات وہی ہیں جو صحابہ کرام اہل بیت عظام اور دیگر اولیائے امت کے رہے ہیں۔ مگر پچھلے سو دو سو سالوں میں چند خانقاہوں پر اہل بدعت نے قبضہ جمایا اور بدعات و خرافات کا وہ بازار گرم کیا کہ خدا کی پناہ! چھٹی شریف، گیارہویں شریف، عرس شریف، صندل مبارک کے نام پر حلوے مانڈے کی دیگوں کی دیگیں ہضم کرنے کے ساتھ ساتھ ڈھول دھمکے کی وہ دھما چوکڑی مچائی جسے دیکھ کر شیطان بھی شرم و حیا کا کاسہ مانگے، مزید ظلم یہ کہ بدعتیوں نے تمام بدعات و خرافات کو دین و سنیت کے نام پر پھیلایا اور خود کو پکا سچا سنی مسلمان اور اپنے چند ماننے والوں کی چھوٹی سی ٹولی کو اہلسنت و جماعت باور کرایا۔ آج سے تقریباً 9 صدی قبل غوث الاعظم پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین کرام کے طریقے پر چلتے ہوئے اپنی تصانیف میں بدعتیوں کے جن گمراہ کن عقائد و نظریات کا رد بلیغ فرمایا تھا سو ڈیڑھ سو سال قبل اہل بدعت کی شاخ "بریلوی مکتبۂ فکر" کے پیشواؤں نے برصغیر میں اُنہی گمراہ کن عقائد و نظریات کی تبلیغ شروع کردی پیران پیر سے بغاوت کر کے عوام الناس کو گمراہ کرنا شروع کیا اور دھوکا و فراڈ کر کے خود کو عاشقِ غوث اعظم بھی مشہور کر لیا، جبکہ حقیقت الامر یہ ہے کہ سیدنا غوث اعظم کے سب سے بڑے مخالف و گستاخ یہی بدعتی حضرات ہیں محض حلوے مانڈے حلال کرنے کے لیے غوث اعظم کا نام لیتے ہیں اللہ پاک ایسے گمراہ گر فراڈیوں سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے، آمین۔ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جن عقائد کو بدعتیوں اور گمرہوں کا عقیدہ قرار دیا اور رد فرمایا ان میں غیر اللہ کے لیے علم غیب ثابت کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل ماننا، اولیاء کرام کو حاجت روا، مشکل کشا سمجھنا وغیرہ وغیرہ شامل ہیں جبکہ بدعتی ٹولے بریلویہ نے انہی عقائد کی تبلیغ میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور مخالفت کرنے والے علماء ربانیین کو گستاخ، وہابی، کافر و مرتد دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا، یہ سارا کھیل انگریزوں کے اشارے پر ہوا انگریزوں نے

ادھر قادیان میں جھوٹا نبی اور بریلی میں مجدد پیدا کر کے امت مسلمہ کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا اس تفصیل میں جانے کا وقت نہیں سر دست بغض وعناد میں ڈوبی مکر وفریب پر مشتمل ایک لنگڑی لولی رضاخانی تحریر بندہ کے پیشِ نظر ہے اسی پر تبصرہ مقصود۔۔۔

آمدم برسر مطلب: پیشِ نظر تحریر میں رضاخانی نے ایک جھوٹ یہ لکھا ہے کہ اکابر دیوبند نے کرامات اولیاء کا انکار کرنے میں زندگی لگادی۔ اس پر سر دست اتنا ہی عرض ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین مزید عرض یہ ہے کہ رضاخانی کی یہ بات بے حوالہ یعنی دعویٰ بلا دلیل ہے اور بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں کہ:

> "مدمقابل کی ہر بات اور ہر دلیل کا جواب نہیں دینا چاہئے، رب نے شیطان کے دلائل کا جواب نہ دیا، بلکہ مردود کر کے نکال دیا۔"

(نور العرفان: 761)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ مدمقابل کی ہر بات کا جواب نہیں دینا چاہئے اگرچہ بادلیل ہی کیوں نہ ہو لہٰذا بے دلیل بات کا جواب تو بطریق اولیٰ نہ دینا بھی جرم وعیب نہیں، پس ہم بھی سنت الٰہیہ پر عمل کرتے ہوئے کذاب رضاخانی کو مردود کر کے نکالتے ہیں۔

مزید ایک اور جھوٹ یہ بھی لکھا ہے کہ

> "بریلوی پیران طریقت اور سجادگان کو دیکھنے کے بعد روحانی سکون ملتا ہے اسلئے کے ان کی کڑیاں عقائد کے حوالے سے صاف ستھری ہیں، دیوبندیوں کی طرح نہیں جس کو دیکھ کر روحانیت کا کوئی تصور بھی نہیں آتا۔"

الجواب:

(نمبر 1) یہ ایسا جھوٹ ہے جس کی تردید کرنے کی بھی ضرورت نہیں زمینی حقیقت خود اس کی تردید کے لیے کافی ہے، مگر صاحب تحریر کی تسلی کے لئے جواب عرض ہے کہ جناب آپ کے سجادگان کو دیکھ کر اگر واقعی روحانی سکون ملتا ہوتا تو بریلوی عوام میں اکثر لوگ چین وسکون کی تلاش میں درگاہ درگاہ نہ پھر رہے ہوتے کبھی ان کے در کبھی ان کے در کبھی دربدر پھر یہ آپ کی عوام 99 فی صد بے عمل بھی نہ ہوتے، باعمل ہوتے، جیسے دیوبندیوں کی

عوام ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ولی کی پہچان یہ بتائی گئی کہ ولی وہ ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آجائے مگر بریلویوں کو خدا یاد ہی نہیں رہتا بریلوی جماعت کے علامہ عبد الحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

”ہمارے ہاں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں تو ضمناً اور تبعاً۔“

(مقالات شرف قادری:ص244)

یہی علامہ صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

”ایک دفعہ ایک فاضل دوست نے لکھا کہ اسلام صرف اور صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا نام ہے۔ ایک دوسرے فاضل نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ محبت کی ابتدا بھی حضور ہیں اور انتہا بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ راقم نے ان دونوں حضرات کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کہاں گئی؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "والذین آمنوا اشدُّ حُبّاً لّلّٰه" اور ایمان والے ٹوٹ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔“

(مقالات شرف قادری:238)

تو جناب آپ کے یہاں تو خدا تعالیٰ اور اس کی اصل محبت و بندگی کا تصور ہی نہیں پایا جاتا، یہی وجہ ہے کہ بریلویوں کو خدا کی طرف متوجہ کرنے کے لئے علامہ عبد الحکیم شرف قادری نے باقاعدہ ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہی رکھا ”خدا کو یاد کر پیارے“ اگر آپ کے سجادگان اتنے باکمال ہوتے تو آپ کی عوام کا یہ حال نہ ہوتا۔

(نمبر 2) مشائخ اہل سنت کو دیکھ کر آپ کو روحانیت کا تصور نہ آنا یقیناً مشائخ اہلسنت واکابرینِ دیوبند سے دلی بغض و عداوت کی نحوست ہے، ورنہ مشائخِ اہلسنت تو وہ ہیں کہ جن کی صحبت پا کر کتنے ہی بھٹکے ہوئے راہ راست پر آگئے ہیں ہم نے کتنے ہی بریلوی بدعتی لوگوں کو دیکھا جنہوں نے خانقاہ رحمانیہ مالیگاؤں میں تشریف لا کر بدعات و بدعقیدگی کی راہ چھوڑ دی اور گناہوں سے توبہ کر کے خانقاہ شریف سے وابستہ ہوئے اور دیندار بن گئے، ولی وہ ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آجائے، پس ہم تمام بریلویوں کو دعوت دیتے ہیں کہ دل سے بغض و عناد نکال کر کبھی خانقاہ رحمانیہ تشریف لائیے خدا یاد نہ آئے تب کہنا، ہم نے تو بریلوی مسلک سے وابستہ پیر و پیرزادوں کو بھی صاحب سجادہ حضرت مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب قبلہ کی دست بوسی کرتے ہوئے دیکھا ہے یقیناً انہیں بھی خدا یاد آیا ہو گا تبھی تو

دست بوسی کرتے ہیں۔ واللہ ہم نے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے جو اسٹیجوں پر تو ہاتھ اٹھا کر حسام الحرمین کی تائید کرتے ہیں مگر جب خانقاہ رحمانیہ تشریف لاتے ہیں تو مسلک وسلک تائید وائید سائٹ پر رکھ دیتے ہیں اور بخوشی مسکراتے ہوئے سجادہ نشین حضرت مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب قبلہ کے ہاتھ چوم کر اپنے سر پر رکھتے ہیں یقین نہ ہو تو خانقاہ شریف میں آنا جانا شروع کیجئے جہاں آئے دن ایسے مناظر دیکھنے کو ملیں گے جس سے آپ خود ہماری بات کی تصدیق کرنے پر مجبور ہوں گے۔

غوث الاعظم کے سب سے بڑے گستاخ بریلوی ہی ہیں

رضاخانی تحریر میں لکھا ہے کہ

"پہلے غوث اعظم کی غلامی تو قبول کر لو سچے پکے مرید بن کے .... تمہاری توزبان گھس جائے گی غوثیت کبریٰ پر فائز سرکار سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی غوث اعظم کا نام لیتے ہوئے۔"

الجواب:

غوث اعظم کا سچا غلام وہی ہے جو ان کا ہم عقیدہ ہو اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونت نئے عقائد اور بدعات و خرافات کو فروغ دینے والے ہر گز غوث اعظم کے غلام نہیں ہوسکتے غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ الفتح الربانی صفحہ 417 میں فرماتے ہیں:

"تو بدعت نہ کر اور دین میں کوئی نئی بات نہ نکال جو اس میں نہ ہو"

اور "فتوح الغیب" میں لکھتے ہیں:

"سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرو، بدعت سے دور رہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو اور ان کے فرمان سے باہر قدم نہ رکھو۔" (ص 17)

الحمدللہ علماء دیوبند غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عقیدہ بھی ہیں اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا بھی، جبکہ بریلویہ غوث اعظم کے باغی بھی ہیں اور گستاخ بھی، بریلوی علامہ عبد الحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

"بجائے اس کے کہ ہم اپنے آپ کو سیدنا غوث اعظم کی فکر کے سانچے میں ڈھال لیں، ہم انہیں اپنی سوچ کے فریم میں فٹ کرنا چاہتے ہیں۔"

(مقالات شرف قادری: ص 237)

علاوہ ازیں بریلوی جماعت کے ایک بہت بڑے علامے نے پیرانِ پیر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف پوری کتاب لکھی جس میں بقول بریلوی مفتی فیض احمد اویسی کے جی بھر کر غوث اعظم کی شان میں گستاخیاں کی گئیں، اس کتاب کے بارے میں بریلوی مفتی فیض احمد اویسی یہاں تک لکھتے ہیں کہ:

"اس منحوس کتاب میں غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب بھی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے لکھنا گوارہ نہیں کیا۔ اتنا بغض دیوبندیوں وہابیوں کو بھی نہیں جتنا اس کتاب میں ہے۔"

(تحقیق الاکابر: ص8)

مزے کی بات یہ کہ اس گستاخانہ کتاب پر مناظرہ جھنگ کے شکست خوردہ رضاخانی علامہ اشرف سیالوی کی تقریظ بھی ہے اور سیالوی صاحب نے کتاب اور مصنف کو خوب داد دی ہے۔ پس اب رضاخانی حضرات خود سمجھ لیں کہ آپ مولویوں نے غوث اعظم کا لقب تک لکھنا گوارہ نہیں کیا تو تم کس منہ سے ہمیں کہہ رہے ہو کہ غوث اعظم کا نام لیتے ہوئے زبان گھس جائے گی؟؟؟

شرم تم کو مگر نہیں آتی

بریلویت بمقابلہ غوث الاعظم

رضاخانی پوسٹ میں لکھا ہے کہ

"نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم مالک و مختار ہیں..... آقائے دوجہاں صل علی علیہ وسلم علم غیب جانتے ہیں.... یہ اہلسنت کے عقائد و نظریات ہیں جو ایک پیر کے لیے ایک سجادہ نشین کے لیے عالم ہونے سے پہلے ہی ان عقائد پر ایمان لانا ضروری ہے۔"

گویا جو کوئی یہ عقائد نہ رکھے وہ پیر یا عالم تو کیا مسلمان ہی نہیں ہو سکتا، حالانکہ غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"فكل مافي القرآن وما ادرك فقد أعلمه وما فيه وما يدريك فلم يدره ولم يطلعه عليه كقوله عزّوجلّ وما يدريك لعل الساعة تكون قريبا وما بين له وقتها،

یعنی قرآن میں جہاں کہیں وما ادرک آیا ہے تو اس کا علم اللہ نے آپ صل اللہ علیہ وسلم کو دے دیا ہے اور جہاں وما یدریك آیا ہے تو نہ اس کا علم دیا گیا نہ اس پر آپ صل اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا گیا، جیسا کہ قرآن میں ہے تمہیں کیا خبر شاید کہ وہ قریب ہو، یعنی قیامت کا وقت آپ کے لیے بیان نہیں کیا گیا۔"

(غنیۃ الطالبین، ج2، صفحہ 16)

یہاں پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ نے صاف و صریح الفاظ میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے لیے عقیدہ علم غیب جمیع ماکان ویکون کی نفی کی ہے، اور دوسرے مقام پر اسی عقیدے جمیع ماکان ومایکون کو روافض کا عقیدہ قرار دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"رافضیوں کے تمام فرقوں کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہو چکا یا آئندہ جو کچھ ہو گا اماموں کو ان سب کا علم ہوتا ہے خواہ وہ دینی چیز ہو یا دنیوی یہاں تک کہ زمین پر جسقدر خزف ریزے ہیں اور بارش کے جتنے قطرے زمین پر گرتے ہیں ان کا بھی اسے علم ہوتا ہے اور ان کا شمار جانتا ہے۔"

(غنیۃ الطالبین: اردو ترجمہ از مولوی شمس بریلوی: ص 181)

اسی طرح یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام خزانوں کی چابیاں عطا فرما کر "مختار کل" بنا دیا اور اپنی سلطنت کا وزیر اعظم بنا دیا ہے جسے جو چاہیں عطا کر دیں شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درست نہیں، آپ فرماتے ہیں:

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انھیں لوگوں میں سے ہیں جن پر دنیا پیش کی گئی، پس آپ خدمتِ مولیٰ کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے، کمالِ زہد و اعراض کی وجہ سے آپ نے مقسوم کی طرف بھی توجہ نہ کی آپ پر زمین کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئی تھیں، پس آپ نے ان کو واپس کر دیا اور ارشاد فرمایا اے میرے رب مجھ کو مسکین بنا کر زندہ رکھ اور مسکین رکھ کر موت دینا اور محتاجوں کے ساتھ قیامت کے دن حشر فرمانا۔"

(الفتح الربانی: ص290)

مزید فرماتے ہیں:

”ولاشریک ولاوزیر، یعنی اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ وزیر،

(غنیۃ الطالبین: ج 1، ص 121)

اب رضاخانی خود بتائیں کہ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے نزدیک مسلمان بھی رہے یا نہیں ؟؟؟ کیونکہ آپ لوگوں نے تو بڑی دلیری سے بہ سبب جہالت یہ لکھ مارا ہے کہ:

”جو ان عقائد کے برخلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے حوالے سے کسی شک میں مبتلا رہے وہ ہرگز کسی کا پیر نہیں ہو سکتا نہ ہی کسی خانقاہ کا سجادہ نشین ہو سکتا ہے، وہ اپنے آپ کو جو چاہے کہلواتا پھرے وہ پیر طریقت نہیں ہو سکتا۔“

فیصلہ سوچ سمجھ کر کیجئے کہ غوث الاعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑنا ہے یا اپنا قول واپس لینا ہے!!؟؟

نوٹ:

اس تحریر میں چند حوالے علامہ ساجد خان نقشبندی مدظلہ العالی کی کتاب شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد و نظریات سے نقل کیے گئے ہیں مگر بوقت ضرورت اصل کتاب سے حوالے پیش کرنے کا راقم الحروف زمہ دار ہے۔

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ (قسط:۹)

غیر مقلدین کا قیاسی دین

حج کے مسائل

کانٹے دار درختوں اور کانٹے دار گھاس کے کاٹنے کو موذی جانور کے جوازِ قتل پر قیاس

شیخ ابو عبد اللہ خالد بن عبد الناصر لکھتے ہیں:

"علمائے کرام نے موذی حیوان (کے جوازِ قتل) پر قیاس کرتے ہوئے کانٹے دار درختوں اور کانٹے دار گھاس کے کاٹنے کو جائز قرار دیا ہے۔"

(حاجی کے شب روز صفحہ ۷۳ مکتبہ اسلامیہ، اشاعتِ سوم ۲۰۰۷ء)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس مقام پر مذکورہ قیاسی مسئلہ کو قبول کرتے ہوئے لکھا:

"قیاس اگر کتاب وسنت واجماع اور آثار سلف صالحین کے خلاف نہ ہو تو جائز ہے۔"

(حاشیہ: حاجی کے شب روز صفحہ ۷۳ مکتبہ اسلامیہ، اشاعتِ سوم ۲۰۰۷ء)

حالتِ احرام میں انجکشن لگوانے کو پچھنے لگانے پر قیاس

مولانا داود راز غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بوقت ضرورت شدید حالتِ احرام میں پچھنا لگوانا جائز ہے، اس پر انجکشن لگوانے کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ روزہ نہ ہو۔"

(شرح بخاری اردو: ۲۸۷/۷، مکتبہ قدوسیہ لاہور)

حج بدل کا قیاسی مسئلہ

مولانا عبد الرحیم غیر مقلد (فیروز وٹواں، شیخوپورہ) لکھتے ہیں:

"معلوم ہوا اور یقینی طور پر معلوم ہوا کہ حج بدل وہ شخص بھی کر سکتا ہے جس نے پہلے اپنا حج نہ کیا ہو، اور غیر مستطیع، غریب، مفلس، تنگ دست ہے۔"

(فتاویٰ علمائے حدیث: ۶۸/۷، مکتبہ اصحاب الحدیث اردو بازار لاہور)

عبد الرحیم صاحب کے اس فتویٰ کو ''قیاسی فتویٰ'' کہا گیا ہے چنانچہ شیخ محمد یونس غیر مقلد (مدرس مدرسہ حضرت میاں صاحب دہلی) لکھتے ہیں:

''جو لوگ کہتے ہیں کہ غریب آدمی کے لئے ضروری نہیں ہے کہ حج بدل کرنے سے پہلے اپنا حج کیا ہو، ان کا قول بے دلیل ہے، صرف قیاس پر مبنی ہے۔''

(فتاویٰ علمائے حدیث:۸/۵۸، مکتبہ اصحاب الحدیث اردو بازار لاہور)

مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد نے اس قیاس کو غلط قیاس کا نام دیا چنانچہ انہوں نے لکھا:

''لیکن اس کا مدار اس پر ہے کہ آیت کریمہ من استطاع الیہ سبیلا میں تخصیص پیدا کی جائے کیوں کہ استطاعت کی دو صورتیں ہیں (ا) یہ کہ خود دوسرے ذریعے سے رکھے۔ پھر دوسرا، دوسرے کے ذریعہ سے رکھنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ دوسرا شرط کرے کہ تیرا حج میرا ہو گا، ایک یہ کہ شرط نہ کرے۔ یہ کل تین صورتیں ہیں۔ ان میں سے صرف اخیر کی صورت میں آپ کہتے ہیں کہ اپنا حج بدل کئے بغیر حج بدل کر سکتا ہے لیکن اگر آپ کی طرح قیاس کریں تو تینوں صورتوں میں اپنا حج کئے بغیر حج بدل درست ہونا چاہیے ... غرض قیاس سے یہ ساری صورتیں جائز معلوم ہوتی ہیں مگر نہ آپ قائل ہیں، نہ اور قائل ہیں۔ اس لئے معلوم ہوا کہ حج کے بارے میں یہ قیاس صحیح نہیں۔''

(فتاویٰ علمائے حدیث:۸/ ۷۲،۷۱، مکتبہ اصحاب الحدیث اردو بازار لاہور)

خرید وفروخت کے مسائل

سور وغیرہ حرام جانوروں کی ہڈی کو ہاتھی کے دانتوں پر قیاس

کسی نے سوال کیا:

''مردار کی ہڈی کی تجارت جائز ہے یا ناجائز؟ مردار کی ہڈی سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک حلال و حرام جانور مردہ کی ہڈی جیسے کتا سور وغیرہ کی ہڈی بھی مل کر رہتی ہے اس کی تجارت کا کیا حکم ہے؟''

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے اس کا یوں جواب دیا:

"ماکول اللحم مذبوح کی ہڈی کے جواز پر کلام نہیں، اور غیر ماکول اللحم کے استعمال و فروخت کو ہاتھی دانت پر قیاس کرکے جواز پر استدلال ہو سکتا ہے... استعمال اور فروخت کا حکم ایک ہے۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۳۵۷، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

ماکول اللحم وہ جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے، مذبوح کا معنی ذبح شدہ۔

یہ فتویٰ "فتاویٰ علمائے حدیث: ۱۴/ ۲۰۴" پہ بھی منقول ہے۔

چھ سودی اشیاء پر دیگر چیزوں کو قیاس

علامہ وحید الزمان غیر مقلد نے سود پر بحث کرتے ہوئے لکھا:

"آں حضرت ؐ نے اس کی تفسیر نہیں کی یعنی جیسا چاہیے ویسے کھول کر سود کا بیان نہیں کیا۔ چھ چیزوں کا بیان کر دیا کہ ان میں سود ہے سونا، چاندی، گیہوں، نمک، کھجور، جو۔ اور چیزوں کا بیان نہیں کیا کہ ان میں سود ہوتا ہے یا نہیں لیکن مجتہدوں نے اپنے اپنے قیاس کے موافق اور چھ چیزوں میں بھی سود قرار دیا۔"

(رفع العجاجۃ عن سنن ابن ماجۃ: ۲/ ۲۳۶، مہتاب کمپنی لاہور)

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بعض نے انہی چھ چیزوں میں کمی بیشی کو حرام قرار دیا ہے اور بعض نے دوسری چیزوں کو بھی انہی پر قیاس کیا ہے۔ اس حدیث کا آخری فقرہ ثانی کی تائید کرتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ علت مشترکہ تول ہے، غذائیت نہیں۔"

(مشکوۃ مترجم: ۲/ ۶۹۳)

ہر کھائی جانے والی چیز کو غلہ جات پر قیاس

شیخ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ہر مال کا ایک وصف عام ہوتا ہے، اس اعتبار سے اسے جنس کہا جاتا ہے اور ایک وصف خاص ہوتا ہے، جسے صنف (قسم) سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے غلہ جات ہیں۔ یہ اپنے وصف عام

(کہ ان کو کھایا جاتا ہے) کے اعتبار سے ایک جنس ہیں۔ یعنی کھانے والی جنس لیکن وصف خاص کے اعتبار سے غلہ جات کی کئی صنفیں (قسمیں) ہیں جیسے چاول، جَو، گندم، مکئی، جوار وغیرہ۔ یہ سب وصف عام کے اعتبار سے ایک جنس ہیں، جنس مطعومات۔ لیکن اپنے اپنے خاص اوصاف کے اعتبار سے یہ الگ الگ قسمیں ہیں، چاول ایک قسم ہے، گندم ایک قسم، جَو ایک، مکئی ایک، منقی ایک، نمک ایک وغیرہ۔ ہر کھانے والی چیز کو اس پر قیاس کرکے اس میں شامل کیا جا سکتا ہے چاہے وہ ماپ کر فروخت ہوتی ہو یا تول کر۔"

(شرح ریاض: ۲/ ۴۶۶، دار السلام لاہور)

کرنسی کو سونے چاندی پر قیاس

شیخ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ایک مال کی قسم وہ ہے جسے ثمن کہا جاتا ہے جیسے سونا چاندی ہے اور اسی پر آج کل قیاس کیا جا سکتا ہے سکے، کرنسی نوٹ، چیک اور کمپنیوں کے شیئرز (حصے) وغیرہ کو۔ حدیث میں ان دونوں جنسوں کی بابت احکام وارد ہیں۔ حدیث میں جن چھ چیزوں کا ذِکر ہے وہ ان دونوں جنسوں کو حاوی ہیں، سونا، چاندی، گندم، جَو، کھجور اور نمک۔ بعض ائمہ نے سودی معاملات کو صرف ان چھ چیزوں تک محدود رکھا ہے، باقی دیگر چیزوں میں وہ کمی بیشی کو سود قرار نہیں دیتے۔ جب کہ اکثر ائمہ وفقہاء نے قیاس کرکے دوسری چیزوں کو بھی ان میں شامل کیا ہے مثلاً جو کھانے والی چیزیں ہیں چاہے ماپی جانے والی ہوں یا وزنی۔ یا جن میں سونے چاندی کی طرح ثمنیت پائی جاتی ہے۔"

(شرح ریاض: ۲/ ۴۶۶، دار السلام لاہور)

ایک اضطرار کو دوسرے پر قیاس

مولانا ثناء اللہ غیر مقلد لکھتے ہیں:

"میں حرمت ربا کا منکر نہیں ہوا۔ صرف ایک اضطرار پر دوسرے اضطرار کو قیاس کیا ہے۔"

(مظالم روپڑی صفحہ ۳۳، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

قیاس سے سود کا جواز

مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"سود کی حرمت قرآن و حدیث میں مشاہد کی جائے اور اس کے متعلق جو وعید اور تشدد وارد ہے دیکھا جائے تو مومن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن مولوی ثناء اللہ صاحب مجتہد امر تسری محض قیاس سے لوگوں کو ضرورت کے وقت جائز ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں۔"

(مظالم روپڑی صفحہ ۳۲، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا محمد حسین بٹالوی کا قیاسی فتویٰ، گروی زمین سے نفع اُٹھانا

حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اگر گروی شدہ چیز زمین کی صورت میں ہے جیسا کہ صورتِ مسؤلہ میں ہے تو اس کے متعلق ہمارے برصغیر کے علماء میں اختلاف ہے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی ذِکر کردہ حدیث پر قیاس کرتے ہوئے گروی شدہ زمین سے فائدہ اُٹھانے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے جیسا کہ فتاویٰ ثنائیہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ (۱/۴۰۹) فتاویٰ ثنائیہ میں ہی مولانا شرف الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مفصل جواب دیا ہے کہ دعویٰ عام کے لئے دلیل بھی عام ہی درکار ہوتی ہے۔ پھر یہاں عام یا غیر مخصوص کو منصوص مخصوص پر قیاس کیا گیا ہے اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ جو حکم خلاف قیاس ہو وہ موردِ نص پر منحصر رہتا ہے، کیوں کہ اصل اموال میں حرمت قطعی ہے، اس لئے جب تک صحیح دلیل سے حلت کی تصریح نہ ہو قیاس اس موردِ نص پر منحصر رہتا ہے، کیوں کہ اصل اموال میں حرمت قطعی ہے، اس لئے جب تک صحیح دلیل سے حلت کی تصریح نہ ہو قیاس سے اس کی حلت ثابت نہ ہو گی خصوصاً جو حکم خلاف قیاس ہو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، فتاویٰ ثنائیہ میں یہ بحث طویل اور لائق مطالعہ ہے۔"

(فتاویٰ اصحاب الحدیث: ۱/۲۵۵)

مرہونہ زمین کو مرہونہ گائے پر قیاس

کسی نے سوال کیا:

”ایک شخص نے دوسرے شخص کے پاس سو روپیہ کے عوض اپنی زمین گروی رکھی ،اس شرط پر کہ تین برس کے بعد ہم روپیہ دے کر زمین واپس کرلیں گے اور اس مدت میں جو کچھ پیداواری کا منافع ہو،وہ اپنے مصرف میں لاوے،اور مال گذاری بھی ادا کرتا رہے۔“

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”بعض علماء اس صورت کو گائے والی صورت (لبن الدر یشرب بنفقته) پر قیاس کرتے ہیں، کہتے ہیں: زمین کا لگان مرتہن کے ذمے مثل گائے کی خوراک کے برابر ہے، بعض اس سے منکر ہیں۔ اختلاف سے نکلنے کے لیے مالک کو بھی کرایہ زمین کے طور پر کچھ دے دیا کرے خواہ تھوڑا ہو، تو جائز ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۴۳۱، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

یہی سوال وجواب (فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۴۳۱، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور) میں بھی درج ہے۔

امرتسری صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”صورت مرقومہ رہن اراضی بعض علماء کے نزدیک جائز ہے، ان میں سے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم بھی ہیں، دراصل قیاس ہے اس حدیث پر جس میں ذکر ہے کہ جو شخص گھوڑا یا گائے رہن رکھے وہ نفع کے بدلے میں دودھ اور سواری کا فائدہ لے سکتا ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۴۳۱، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

مولانا محمد دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”صحیح حدیث میں ہے کہ دودھ والے جانوروں کا دودھ اور سواری دینے والے جانوروں کی سواری کا فائدہ جس کے پاس وہ جانور گروی ہوں بوجہ اپنے نفقہ کے جو وہ اس پر کر رہا ہے نفع اُٹھا سکتا ہے۔اس پر قیاس کرکے بعض علماء نے یہ فتوی دیا ہے کہ جب زمین کے کل اخراجات اس کے ذمہ ہوں جو رہن رکھتا ہے اور روپیہ دیتا ہے تو اسے زمین کا نفع بھی جائز ہے۔ غرض جب کہ وہ چیز محتاج نفقہ ہو اور جملہ نفقات کا ذمہ دار رہن رکھنے والا ہو تو اپنے اس نفقہ کے عوض اس چیز سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ بعض صورتوں میں بعض وقت اسے نقصان بھی

اُٹھانا پڑتا ہے۔ پس علمائے کرام اس نفع کو قرض رقم کا بدلہ نہیں جانتے بلکہ اس نفقہ کے عوض کا نفع مانتے ہیں لہذا مندرجہ بالا صحیح حدیث پر قیاس کرکے اس کی حلت کے قائل ہیں۔ واللہ اعلم (مولانا) محمد دہلوی (مرحوم) بقلم خود۔ جواب صحیح ہے۔ ابو الوفاء ثناء اللہ کفاہ اللہ امر تسری۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۱/ ۳۴۷، اسلامک پبلشنگ ہاؤس شیش محل روڈ لاہور)

مولانا احمد اللہ پرتاب گڈھی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اس حدیث میں بسبب نفقہ کے مرتہن کو اشیاء مرہونہ سے فائدہ اُٹھانا درست کہا گیا ہے۔ ان اشیائے مرہونہ کے ساتھ اور بھی بقیاس لاحق ہو سکتی ہے بعلت نفقہ اور کسب بھی مثل نفقہ ہے۔ اگر زمین رہن رکھ کر خود آباد کی، اپنے نفقہ و کسب میں جواز نکلتا ہے، قال الشوکانی فی النیل فتکون الفوائد المنصوص علیها فی الحدیث للمرتهن و یلحق غیرها من الفوائد بها بالقیاس لعدم الفارق..."

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۴۱۵، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

مولانا عبد الجبار کھنڈیلوی غیر مقلد نے ایک مضمون لکھا جس کا عنوان "اشیاء مرہونہ سے نفع اُٹھانا جائز ہے، سود نہیں" ہے۔ (حاشیہ: فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۴۱۷، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

مولانا خالد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"پس بقول امام ابن القیم و حضرت سید اسماعیل امیر یمانی وغیرہ علیہم الرحمۃ شے مرہونہ سے نفع اُٹھانا جائز ہے اور جب ان دو کا ثبوت بروایت صحیح ثابت ہے تو اور چیزوں کا بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۴۲۱، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

کسی نے سوال کیا:

"ایک شخص کے پاس پچاس بیگھا زمین ہے، سامان کاشتکاری اس قدر موجود نہیں کہ سب آباد کر سکے، اور کچھ مقروض بھی ہے، یہ زمین مہاجن کے پاس کفول رکھ کر روپیہ لینا چاہتا ہے تو بغیر سود کے نہیں ملتا ہے۔ ایک مسلمان جس کے پاس زمین تو کم ہے مگر روپیہ کام سے فاضل موجود ہے، یہ مسلمان اس شرط روپیہ دینا چاہتا ہے کہ دس بیگھہ زمین ہم کو رہن دخلی

دے دو، اس کی مال گزاری بھی ہم ادا کریں گے، اور زمین آباد کریں جس سے اُمید ہے کہ سینکڑوں من غلہ پیدا ہو اور نفع ہو اور ساتھ ہی یہ احتمال ہے کہ پیداوار کم ہو، مال گزاری اور آبادی میں جو خرچ ہوا ہے اس سے بھی کم پیدا ہو، اور نقصان ہو، اس طرح روپیہ دے کر زمین رہن رکھنا جائز ہے یا نہیں؟"

مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد نے اس سوال کا یوں جواب دیا:

"صورتِ مرقومہ میں رہن اراضی بعض علماء کے نزدیک جائز ہے، اُن میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم بھی ہیں، دراصل قیاس ہے اس حدیث پر جس میں ذِکر ہے کہ جو شخص گھوڑا یا گائے رہن رکھے وہ نفع کے بدلے میں دودھ اور سواری کا فائدہ لے سکتا ہے۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۴۰۹، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

اس فتوی کو خود غیر مقلدین نے قیاس مع الفارق یعنی غلط قیاس کا نتیجہ کہا ہے۔ چنانچہ مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے اس فتوی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

"دلیل مجوز عام کی عام نہیں، خاص ہے۔ عام کو یا غیر مخصوص کو منصوص مخصوص پر قیاس کیا گیا ہے اور یہ بھی ایک قاعدہ ہے کہ جو حکم خلاف قیاس ہو وہ مورد نص پر منحصر رہتا ہے اس لئے وہ خلاف قیاس ہے اور بحکم باری تعالیٰ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (الآیۃ پ ۲) وقوله صلى الله عليه وسلم ان دمائكم واموالكم واعراضكم عليكم حرام الحديث متفق عليه (مشکوۃ ص ۲۳۳، ج ۲) اصول اموال میں حرمتِ قطعی ہے۔ پس جب اصل اموال میں حرمت ہے تو جب تک صحیح دلیل سے حلت کی تصریح نہ ہو قیاس سے خصوصاً جو حکم خلافِ قیاس ہو کسی مال کے قیاس سے حلت ثابت نہ ہو گی... ویسے بھی یہ قیاس مع الفارق ہے، اس لئے کہ جانور مرہون بلا غذا اہلاک ہو جائے گا بخلاف زمین وغیرہ کے بلکہ زمین بلا جوتنے کے اور عمدہ ہو جائے گی... لہذا اور اشیاء کا اس پر قیاس مع الفارق ہے جو باطل ہے۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۴۱۰، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

شیخ عبد الرحمن غیر مقلد (مدرس مدرسہ حاجی علی جان مرحوم دہلی) نے لکھا:

”چیز مرہون سے فائدہ لینا مرتہن کو جائز نہیں، کیوں کہ یہ سود ہے اور مسلمان بھائی کا مال حرام وجہ سے کھانا ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۴۱۲، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

مولانا عبد الوہاب آروی غیر مقلد نے ایک مضمون ”اشیائے مرہونہ سے نفع اُٹھانا جائز نہیں بلکہ سود ہے: لکھا۔ (حاشیہ: فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۴۱۷، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

بیوع کا ایک اور قیاسی مسئلہ

مولانا خالد غیر مقلد (اندرون اتوارہ بھوپال) لکھتے ہیں:

”پس بقول امام ابن القیم و حضرت سید اسمعیل امیر یمانی وغیرہ علیہم الرحمۃ شی مرہونہ سے نفع اُٹھانا جائز ہے اور جب ان دو کو ثبوت بروایت صحیح ثابت ہے تو اور چیزوں کا بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۴۲۱، اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور)

(جاری)

محترم لئیق رحمانی صاحب حفظہ اللہ

بدمذہب کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں ہوسکتی!

(رضاخانی مفتی کے بیان کا پوسٹ مارٹم)

رضاخانی مفتی نعیم رضا مصباحی نے اپنی تقریر میں کہاکہ بدمذہب کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں ہوسکتی۔ ہم اس بات سے اتفاق کرتے ہیں مگر بدمذہب کون ہے، یہ کون طے کرے گا؟ کیونکہ بریلوی مذہب کے تقریباً تمام مولویوں نے ایک دوسرے کو گمراہ، بدمذہب، کافروغیرہ قرار دے رکھاہے، جبکہ سبھی مولویوں کے مریدین معتقدین کا دعویٰ ہوتاہے کہ ہمارے پیر صاحب کو خواب یاعالم بیداری میں زیارت رسول ہوتی ہے۔ مثلاً رضاخانیوں کے تاج الشریعہ ہی کو لے لیجئے بقول ہاشمی میاں:

"تاج الشریعہ پر ان کے بڑے بھائی نے کفر کا فتویٰ دیاہوا ہے"

جبکہ اکثر رضاخانی حضرات تاج الشریعہ کو ولی کامل مانتے ہیں، تو اب سوال یہ ہے کہ بدمذہب کون ہے یہ کیسے طے ہوگا۔!!! خیر ہم اپنے مدعا پر آتے ہیں باقی استفسار آگے کریں گے۔

پچھلے دنوں شہر مالیگاؤں کے ایم ایل اے مفتی محمد اسماعیل صاحب نے اپنے ایک بیان میں کہاکہ "مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی" تو رضاخانیوں کے پیٹ میں مروڑ اٹھنا شروع ہوئی جو کہ فطری طور پر لازم بھی تھا کیونکہ ایم ایل اے مفتی محمد اسماعیل صاحب مسلکاً سُنّی ہیں اور کسی سنی مسلمان کے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پلنگ خاص پر زوجہ سے جفتی کے وقت حاضر ناظر ماننے والے گستاخ بدعتیوں کو کب ہضم ہوسکتی ہے؟ گزشتہ جمعہ ایک رضاخانی مفت از مفتی کو اپنے پیٹ کا مروڑ کم کرنے کی یہ ترکیب سوجھی کہ سنی مسلمانوں کو گالیاں دینے سے کچھ افاقہ ہوسکتاہے، سو مفتی موصوف نے جمعہ کے خطبے میں دوران خطاب ایم ایل اے صاحب کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے اکابر اہل السنّۃ والجماعۃ پر خوب جی بھر کر نزلہ پھینکا، مگر الحمدللہ ہمارے اکابرینِ اہل السنّۃ کو اللہ پاک نے وہ شان عطا فرمائی ہے کہ جب بھی کوئی بدعتی اپنی توپوں کا رخ ان اکابر کی طرف کرتاہے نتیجے میں خود اس کا اپنا مرکز ہی تباہ ہوتاہے۔ اس کے نمونے آپ اس تحریر میں بھی ملاحظہ کریں گے ان شاء اللہ۔

چونکہ مفتی مذکور کی پوری تقریر لفاظی، الزام تراشی، گالم گلوچ اور انہی رٹے رٹائے مضامین پر مشتمل ہے جن کے جوابات اہل حق کی طرف سے صدہا بار دیے جاچکے ہیں، لہٰذا ہم اِس وقت تقریر کے صرف اسی حصے پر گفتگو کریں گے جو ایم ایل اے مفتی محمد اسماعیل صاحب کے بیان سے متعلق ہے۔

آمدم بر سر مطلب: رضاخانی مفت از مفتی کا بیان ملاحظہ فرمائیں:

"مالیگاؤں کا ایم ایل اے کہتا ہے کہ میں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی جبکہ ایسا کہنا اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ ہے کیونکہ کسی بدمذہب کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں ہوسکتی، بالخصوص وہ جو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گستاخ ہو"۔

قارئین! ٹھیک ہے، کسی بدمذہب کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں ہوسکتی، مگر اب آیئے اس مفتی کو زرا اس کے گھر کی سیر کراتے ہیں۔

نمبر۱: مفتی مزکور کی جماعت کے مفتی اعظم ہند، مولوی مصطفیٰ رضا خان کے خلیفہ مفتی عبدالوہاب قادری لکھتے ہیں کہ:

"سائیں توکل شاہ انبالوی ان پڑھ بے علم علمائے دیوبند کے پرستار فضلہ خوار ہیں"

(ساعقة الرضا : ص172)

اس حوالے سے معلوم ہوا کہ پیر سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ علمائے دیوبند کے پرستار فضلہ خوار ہیں یعنی "بدمذہب ہیں" جبکہ انہی توکل شاہ انبالوی کے متعلق رضاخانی مولوی نور بخش توکلی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"حضرت مخدومنا توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بر سبیل تذکرہ عاجز سے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب میں یہ دیکھا کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جارہے ہیں۔ میں اور مولانا محمد قاسم دیوبندی دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے دوڑے کہ جلد حضور تک پہنچیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب تو وہاں اپنا قدم رکھتے تھے جہاں حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان ہوتا تھا۔ مگر میں بے اختیار جارہا تھا۔ آخر مولانا سے آگے ہوگیا اور پہنچ گیا"

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ: ص527)

نتیجہ:

مولوی عبد الوہاب قادری کے مطابق سائیں توکل شاہ انبالوی بدمذہب ہیں اور مولوی نور بخش توکلی صاحب کے مطابق اِس بدمذہب کو خواب میں زیارت رسول ہوئی، تو اب مفت از مفتی جی بتائیں کہ ان سب میں جھوٹا کون؟ عبد الوہاب قادری؟ نور بخش توکلی؟ یا مفت از مفتی جی؟ ہمارے نزدیک تو سب کے سب پرلے درجے کے کذاب مکار ہیں۔

نمبر۲: قارئین کرام! مولوی انتخاب حسین قدیری صاحب لکھتے ہیں:

> ”مجھے احمد رضا بریلوی کے نام سے گھن ہو گئی ہے اور جب میں نے بخوبی سمجھ لیا ہے کہ حضرت علامہ عبد القادر بدایونی اور علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اسماعیل دہلوی کو کافر لکھا ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جو اسماعیل دہلوی کو کافر نہ جانے وہ بھی کافر ہے اور احمد رضا بریلوی نے اسماعیل دہلوی کو کافر نہیں کہا، کف لسان کیا ہے، منہ بند رکھا ہے، اسماعیل دہلوی کو کافر کہنے میں اس کی زبان گنگ ہو گئی ہے تو بدایوں و خیر آباد کے فتوے کی روشنی میں احمد رضا کے ایمان پر سوالیہ نشان لگ گیا ہے کہ احمد رضا مسلمان بھی ہے کہ نہیں“

(ہفت روزہ، ندائے اہلسنت، مراد آباد، ۱۸ ستمبر ۱۹۹۸ء بحوالہ: مقالات حسینی، جلد اول، ص197)

قارئین! واضح رہے کہ یہ وہی مولوی انتخاب حسین قدیری ہیں جنہیں آج سے تقریباً بیس پچیس سال پہلے مالیگاؤں کے رضاخانیوں نے ایم ایل اے مفتی محمد اسماعیل صاحب کے مقابلے میں لانچ کیا تھا۔ اب وہ کہہ رہے ہیں کہ احمد رضا کے ایمان پر سوالیہ نشان لگ گیا ہے۔ اور دوسری جانب ”حیات اعلی حضرت“ کا مصنف لکھتا ہے کہ ”اعلی حضرت کو عالم بیداری میں رسول اللہ کی زیارت ہوئی“ (ملاحظہ ہو، صفحہ 68) جبکہ مولوی انتخاب قدیری کے فتوے کے مطابق اعلی حضرت کے ایمان پر ہی سوالیہ نشان ہے تو عالم بیداری میں زیارت رسول والی بات مصنف "حیات اعلی حضرت" کی افسانہ سازی ہی قرار پائے گی، کیونکہ مفتی جی نے فتوی دیا ہے کہ بدمذہب کو رسول اللہ کی زیارت ہو ہی نہیں سکتی۔

نمبر۳: مفتی جی! بدمذہب کو خواب میں رسول اللہ کی زیارت ہو ہی نہیں سکتی، تو پھر رضاخانی تحریک نام نہاد دعوت اسلامی کے امیر مولوی الیاس عطار صاحب کے متعلق کیا ارشاد ہے کہ مولوی موصوف کو آپ ہی کی جماعت کے

اکثر مولویوں نے گمراہ بدمذہب قرار دے رکھا ہے جبکہ اس کے مریدین معتقدین بڑے فخر سے موصوف کے متعلق عالم بیداری میں زیارت رسول کے واقعات بیان کرتے ہیں؟ کیا الیاس عطار صاحب کے مریدین معتقدین جھوٹے ہیں؟ یا الیاس کو بدمذہب قرار دینے والے آپ کے علماء غلطی پر ہیں؟

نوٹ:

حوالہ جات بہت ہیں مگر طوالت کا خوف دامن گیر۔

طاہر گل دیوبندی (قسط:۱)

مولوی محمد طیب طاہری صاحب کی کتاب "مسلک الاکابر" پر ایک نظر

جماعت اشاعت التوحید والسنہ یعنی فرقہ مماتیت کے امیر مولوی محمد طیب طاہری صاحب نے مسلک الاکابر نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں موصوف اور اس کے مقرظین حضرات نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اصل دیوبندی اشاعتی مماتی ہی ہیں اور حیات اور سماع موتیٰ وغیرہ کے مسئلہ میں جو موقف اشاعت والوں کا ہے یہی موقف اکابرین علماء دیوبند کا بھی تھا لیکن موصوف نے اس کتاب میں اور اس کے مقرظین نے اپنی تقاریظ میں متعدد جگہوں پر غلط بیانی سے کام لیا ہے چنانچہ نیچے اس کتاب کی بعض غلط بیانیاں نقل کی جاتی ہیں۔

غلط بیانی نمبر ۱:

مسلک الاکابر پر پہلی تقریظ مولوی محمد یار بادشاہ صاحب نے لکھی۔ اس میں موصوف لکھتے ہیں:

"سماع موتیٰ اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ میں تین فرقے ہیں۔۔۔ پہلے مسئلہ میں افراط یعنی حد اعتدال سے نکلنے والے کہتے ہیں کہ میت ہر وقت ہر حال میں ہر ایک شخص کی بات سنتا ہے۔ یہ بریلوی اور ان سے مشابہت رکھنے والے بعض ان لوگوں کا عقیدہ ہے جو اپنی نسبت دیوبند کی طرف کرتے ہیں۔"

(مسلک الاکابر صفحہ ۳)

یہ موصوف کا علماء دیوبند کے متعلق صریح جھوٹ اور غلط بیانی ہے علماء دیوبند میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے کہ میت ہر وقت، ہر حال میں، ہر شخص کی سنتا ہے۔ علماء دیوبند میں سے جو حضرات سماع موتیٰ کے قائل ہیں ان کا موقف عند القبر سماع کا ہے۔ بریلویوں کی طرح ہر جگہ سے سننے کے قائل نہیں ہیں۔

واضح رہے سماع موتی کا مسئلہ دورِ صحابہؓ سے مختلف فیہ ہے چنانچہ متعدد علماء دیوبند نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ بندہ نے بعض حوالہ جات اپنی کتاب "تقابل عقائد و نظریات اہل السنّۃ والجماعۃ اور فرقہ مماتیت" میں درج کی ہیں ان شاء اللہ یہ کتاب جلد شائع ہو گا۔ یہاں صرف ایک حوالہ نقل کرتے ہیں۔ فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ مسئلہ (سماع موتیٰ) عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن کے اس پر ہی مبنی ہے جس پر عمل کرے درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم"

غلط بیانی نمبر ۲:

مولوی یار بادشاہ صاحب اپنی تقریظ میں آگے چل کر لکھتے ہیں:

"مسئلہ سماع موتیٰ میں تفریط کرنے والے وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ سماع موتیٰ کے قائلین مطلقاً کافر ہیں جیسا کہ جماعت المسلمین والوں کا عقیدہ ہے۔"

(مسلک الاکابر صفحہ ۳)

موصوف نے یہاں اپنی جماعت کا ذکر نہیں کیا۔ آیئے ہم آپ کو دکھاتے ہیں کہ قائلین سماع موتیٰ کے بارے میں مماتی حضرات کا کیا موقف ہے۔

مماتی حضرات کے نزدیک سماع موتیٰ شرکیہ عقیدہ ہے چنانچہ مماتی حضرات مرکزی ترجمان مفتی محمد حسین نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

"واقعی سماع موتی کا عقیدہ شرک کا پھاٹک ہے"

(نداء حق جلد ۲ صفحہ ۱۲۸)

خضر حیات المسلک المنصور صفحہ ۲۸۶ پر لکھتے ہیں:

"پس حق یہی ہے کہ سماع موتیٰ بالکل نہیں ہے اور کوئی حدیث صحیح یا آیت سماع موتیٰ پر دال نہیں ،بلکہ سماع موتیٰ لوگوں کے لئے منجر الی الشرک ہے"

نیلوی صاحب سماع موتیٰ کو اہل بدعت کا مذہب قرار دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"ان سمع الموتی۔۔۔ لیس بمذہب احد من اہل الحق اہل السنّة والجماعة وانما ھو مذھب اہل البدعة والھوی یعنی سماع موتیٰ وغیرہ اہل حق اہل السنّۃ والجماعۃ میں سے کسی کا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ اہل بدعت وہویٰ کا مذہب ہے"

(مجموعہ رسائل نیلوی جلد ا صفحہ ۷۶۸)

مولوی محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب علماء دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں:

"حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سماع موتیٰ اور بزرگوں کے وسیلے جیسے موضوعات پر دلائل دے کر الٹا شرک کے کھیت کے دہقان بنے ہوئے ہیں"

(شرک کیا ہے صفحہ ۴)

غلط بیانی نمبر ۳:

مولوی یار بادشاہ صاحب آگے لکھتے ہیں:

"دوسرا مسئلہ (حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں جو (لوگ) حیات دنیویہ پر قول کرتے ہیں یہ حد اعتدال سے خارج ہیں اور نصوص سے اعراض کرنے والے ہیں"

(مسلک الاکابر صفحہ ۴)

مولوی صاحب نے یہاں بھی غلط بیانی سے کام لیا ہے ورنہ جو حضرات وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کو حیات دنیویہ سے تعبیر کرتے ہیں ان کی مراد فقط یہی ہے کہ دنیا والے جسم کے ساتھ برزخ میں حیات حاصل ہے چنانچہ امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا حوالہ آگے آرہا ہے۔ مماتی بتائیں کہ اس سے کن نصوص سے اعراض لازم آتا ہے؟

غلط بیانی نمبر ۴:

رسالہ مسلک الاکابر پر دوسری تقریظ و تصدیق مولوی ضیاء اللہ شاہ بخاری صاحب ناظم اعلیٰ اشاعت التوحید والسنۃ پاکستان کی ہے۔ موصوف اپنی تقریظ میں مولوی طیب طاہری صاحب کو داد دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"انہوں نے اس رسالہ میں بخوبی واضح فرمادیا ہے کہ ہم ان مسائل (یعنی حیات فی القبور، عذاب وثواب اور سماع موتیٰ. ناقل) میں جمہور اہل سنت خصوصاً اکابر علمائے دیوبند کے پیروکار ہیں اور اسے اپنی سعادت خیال کرتے ہیں فالحمد للہ علیٰ ذلک۔"

بخاری صاحب نے یہاں غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مماتی حضرات ان مسائل میں اہل السنت والجماعت سے ہٹے ہوئے ہیں۔ اہل السنت والجماعت کے نزدیک مسئلہ سماع موتیٰ دور صحابہؓ سے مختلف فیہ ہے لہذا اس میں کسی کی تکفیر یا تضلیل درست نہیں جبکہ مماتی حضرات اس کو شرکیہ عقیدہ کہتے ہیں حوالہ جات گزر

چکے ہیں۔اسی طرح اہل السنت والجماعت کے نزدیک قبر برزخ کا حصہ ہے لہذا اسی قبر جہاں میت کو دفنایا جاتا ہے میں میت کو زندہ کیا جاتا ہے اور اسے سوال وجواب کے بعد عذاب یا ثواب ہوتا ہے۔اور عذاب وثواب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے جبکہ مماتی جسد عنصری کیلئے عذاب وثواب کے منکر ہیں۔چنانچہ مولوی خان بادشاہ صاحب نے اپنی کتاب الصواعق المرسلہ کے صفحہ ۲۷۵ پر لکھا ہے

" لان الحياة و تعلق الروح بالبدن فی هذه الحفرة ليس بثابت من القرآن ولا من الاحاديث الصحيحة"

ترجمہ: اس لئے کہ حیات اور تعلق روح جسم کے ساتھ اس گڑھے (قبر۔ناقل) میں نہ قرآن سے ثابت ہے اور نہ احادیث صحیحہ سے۔"

عبد المقدس بن ناصر شاہ صاحب نے تحقیق الحق صفحہ ۶ پر لکھا ہے کہ

"اجساد کیساتھ عنصری کا قید لگانا مبتدعین کا خود ساختہ اور خانہ ساز قید ہے کسی آیت کریمہ اور حدیث نبوی میں عنصری کا کوئی ذکر تک نہیں"

خضر حیات صاحب لکھتے ہیں

"روح کا بدن عنصری کے ساتھ زمینی قبر میں تعلق (حیات) قطعاً نہیں ہوتا۔۔۔یعنی ہر گز روح کا تعلق (حیات) بدن عنصری کے ساتھ نہیں ہوتا۔"

(المسلک المنصور صفحہ ۱۳۲،۱۳۳)

امیر اشاعت طیب طاہری صاحب مدفن ارضی یعنی زمینی قبر میں عذاب و ثواب کا انکار کرتے ہوئے اسے اپنے مخالفین کا نظریہ گردانتے ہیں یعنی مدفن ارضی میں عذاب وثواب مماتیوں کا عقیدہ نہیں ہے بلکہ ان کے مخالفین کا ہے۔موصوف کے الفاظ یہ ہیں

"ہمارے مخالفین اس مدفن ارضی میں عذاب و ثواب قبر ثابت کرنے پر تلے بیٹھے ہیں اور خیر سے فقہاء احناف واکابر دیوبند کی بھی کوئی بات سننے یا ماننے کو تیار نہیں"

(مسلک الاکابر صفحہ ۲۵)

یہ حوالہ مولوی محمد طیب طاہری صاحب کی اسی رسالے مسلک الاکابر کا ہے جس کے بارے میں مولوی ضیاء اللہ شاہ بخاری صاحب ناظم اعلیٰ اشاعت التوحید والسنۃ کہتے ہیں:

"بندہ نے اس رسالہ کو من اولہٖ الٰی آخرہٖ بغور پڑھا ہے اور بندہ اس کی مکمل تائید و توثیق کرتا ہے۔ یہی ہمارا موقف و مسلک ہے۔"

(مسلک الاکابر صفحہ:٦)

غلط بیانی نمبر ۵:

مولوی محمد طیب طاہری صاحب نے رسالہ کے افتتاحیہ میں لکھا ہے:

"مخالفین کے مسلسل پروپیگنڈے سے بعض حضرات میں یہ تاثر پیدا ہو گیا ہے کہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماع موتیٰ کے متعلق اشاعت التوحید والسنۃ اکابر علمائے دیوبند سے الگ کوئی موقف رکھتی ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ اشاعت التوحید والسنۃ حنفیت کے اسی تسلسل کی امین ہے جس کے اپنے دور میں بہترین ترجمان اکابر علمائے دیوبندؒ تھے۔"

(مسلک الاکابر صفحہ ١٠)

موصوف نے یہاں خوب غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ مخالفین نے مماتیوں کے بارے میں کوئی پروپیگنڈا نہیں کیا ہے بلکہ مماتی حضرات کی کتابیں اس پر شاہد ہیں کہ یہ لوگ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سماع موتیٰ وغیرہ میں اہل السنت والجماعت دیوبند سے الگ موقف رکھتے ہیں چنانچہ حیات و سماع کے مسئلہ میں مماتیوں کا اہل السنت والجماعت سے جو اختلاف ہے اس کی نشاندہی اوپر کی گئی ہے۔ مزید تفصیل ان شاء اللہ ہم اپنی کتاب "تقابل عقائد و نظریات اہل السنۃ والجماعۃ اور فرقہ مماتیت" میں ذکر کریں گے۔

غلط بیانی نمبر ٦:

مولوی محمد طیب طاہری صاحب علماء کرامؒ کے چند عبارات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"مندرجہ بالا تحقیق سے علماء اہل سنت، فقہائے احناف اور اکابر دیوبندؒ کا مسلک واضح ہے کہ مرنے کے بعد شروع ہونے والی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی زندگی ہے جو دنیاوی زندگی سے الگ ہے اور اس کے مماثل نہیں۔"

(مسلک الاکابر صفحہ ١٨)

آگے چند آیات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

"الحاصل ایک دفعہ بدن سے روح نکل جانے کے بعد دوبارا قیامت کو ہی داخل ہو گی اس سے پہلے نہیں، اس لئے اس سے پہلے حیات جسمانی دنیاوی کی بات غلط محض اور ان آیات کے خلاف ہے۔"

(مسلک الاکابر صفحہ ۱۹،۱۸)

موصوف نے بظاہر اس عبارت میں یہ تاثر دیاہے کہ ان کے مخالفین دنیاوی زندگی کے قائل ہیں اور اکابر دنیاوی زندگی کے قائل نہیں ہیں لہذا اشاعت والوں کا مسلک اکابر والا ہے اور ان کے مخالفین کا مسلک اس مسئلہ میں اکابر سے ہٹ کر ہے حالانکہ یہ موصوف کی غلط بیانی اور مغالطہ ہے۔ سب سے پہلے ہم علماء دیوبند سے حیات جسمانی اور حیات دنیوی کا مطلب نقل کرتے ہیں چنانچہ امام اہل سنت ترجمان علماء دیوبند شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ اپنی مایہ ناز کتاب تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور صفحہ ۲۸۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

"حضرات علماء دیوبند جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات جسمانی اور حیات دنیوی کا لفظ بولیں گے تو اس سے یہی مراد ہو گی کہ آپ ؐ کی روح کا بدن دنیا سے تعلق ہے نہ یہ کہ تمام احکام میں یہ حیات دنیوی ہے"

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ علماء دیوبند مرنے کے بعد والی زندگی کو "حیات دنیوی" برزخی زندگی کے مقابلے میں نہیں کہتے بلکہ صرف اس معنی میں اس حیات کو حیات دنیوی سے تعبیر کرتے ہیں کہ روح کا تعلق حیات اسی دنیوی جسم سے ہوتا ہے۔ لہذا طیب طاہری صاحب نے جو عبارات پیش کی ہیں وہ ہمارے موقف کے خلاف نہیں ہیں۔

غلط بیانی نمبر ۷:

طیب طاہری صاحب مسلک الاکابر کے صفحہ ۱۷ پر لکھتے ہیں

"صاحب تسکین الصدور مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے قلم سے حیات دنیوی کے خلاف اجماع کا ثبوت ملاحظہ ہو"

موصوف نے یہاں بھی دھوکہ دہی سے کام لیا ہے حالانکہ مولانا صفدر رحمہ اللہ کے حوالے سے حیات دنیوی کا مطلب اوپر ذکر کیا گیا ہے لہذا اس معنی (کہ روح کا جسم عنصری سے تعلق کی وجہ سے مرنے کے بعد والی زندگی کو

حیات دنیوی بھی کہتے ہیں تو اس) معنی حیات دنیوی کا انکار حضرت کیسے کر سکتے ہیں بلکہ حضرتؒ نے تو فرقہ مماتیت کو تاریخی چیلنج دیا ہے کہ عدم تعلق کا کوئی بھی قائل نہیں چنانچہ حضرتؒ فرماتے ہیں

"عدم تعلق کا کوئی بھی قائل نہیں رہا:

بلا خوفِ تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تقریباً ۱۳۷۳ھ تک اہل السنّت والجماعت کا کوئی فرد کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ دنا کے کسی حصے میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپؐ عند القبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب تفسیر وحدیث کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی، علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی، کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلوٰۃ وسلام کی سماع نہیں فرماتے من ادعی خلافہ فعلیہ البیان ولا یمکنہ ان شاءاللہ تعالیٰ الی یوم البعث والجزاء والمیزان۔"

(تسکین الصدور صفحہ ۲۹۰)

قارئین کرام غور فرمائیں جب امام اہل سنت کے نزدیک حیات دنیوی کا مطلب "روح کا جسم دنیوی سے تعلق" ہے اور حضرت عدم تعلق کا بھی قائل نہیں بلکہ منکرین کو ۱۳۷۴ھ سے پہلے عدم تعلق کا قول دکھانے پر چیلنج بھی کرتے ہیں تو ایسے میں ان کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ حضرت حیات دنیوی کے خلاف اجماع کا قول کرتے ہیں غلط بیانی نہیں تو اور کیا ہے۔

غلط بیانی نمبر ۸:

موصوف اسی کتاب کے صفحہ ۱۹ پر لکھتے ہیں

"ہمارے جو کرم فرما اسی قبر محفورہ فی الارض میں اسی دنیاوی جسم کے ساتھ حیات دنیویہ پر اصرار فرماتے ہیں اور انبیاءؑ وشہداء کی حیات برزخیہ کا انکار فرماتے ہیں محولہ بالا

عبارات کی روشنی میں خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ ان کا اہل سنت اور خصوصاً اکابر علماء دیوبند سے کیا تعلق ہے!

ہم نے کچھ عرض کیا تو شکایت ہو گی"

اس عبارت کے پہلے حصے سے طیب طاہری صاحب کا عقیدہ ظاہر ہو گیا کہ قبر میں اسی دنیوی جسم کے ساتھ حیات پر اصرار صحیح نہیں۔ حالانکہ قبر میں عذاب و ثواب کے لئے جسم میں حیات ماننا ضروری ہے۔ باقی اس حیات کو دنیوی کہنا ہمارے نزدیک ضروری نہیں، ضروری صرف جسم میں روح کی تعلق کے ساتھ حیات ماننا ہے۔

آگے موصوف نے مخالفین کے بارے میں غلط بیانی سے کام لیا کہ یہ حضرات انبیاءؑ و شہداء کی حیات برزخیہ کا انکار کرتے ہیں۔ ہم موصوف کو چیلنج کرتے ہیں کہ کسی ایک معتمد سنی دیوبندی عالم کا قول دکھایا جائے جس میں اس نے انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء کے لئے حیات برزخیہ کا انکار کیا ہو مگر

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے　　　یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

ہو سکتا ہے کہ یہاں کوئی اعتراض کرے کہ المہند علی المفند میں لکھا ہے کہ دنیویة لابرزخیة تو جواب یہ ہے کہ المہند علی المفند کی مکمل عبارت اس طرح ہے کہ

"لابرزخية كما هى حاصلة لسائر المومنين بل لجميع الناس

یعنی ایسی برزخی نہیں جو تمام مسلمانوں بلکہ سب لوگوں کو حاصل ہے"

یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برزخی حیات کو دوسرے لوگوں سے ممتاز کرنا مقصود ہے نہ کہ برزخی ہونے سے انکار چنانچہ آگے چل کر المہند ہی میں برزخی حیات کی تصریح موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

"فثبت بهذا ان حياته دنيوية برزخية لكونها فى عالم البرزخ

پس اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی برزخی ہے کیونکہ عالم برزخ میں ہے۔"

(جاری)

شرائط و ضوابط

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاءاللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

https://wa.me/03428970409